شهر رمضان الذی انزل فیہ القرآن

رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اترا

امام اہلسنت احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

شہر الصیام کی نورانی تجلیاں

مصنف: ..... علامہ محمد بشیر القادری

مکتبہ غوثیہ

مین یونیورسٹی روڈ کراچی پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم

تقریظ لطیف حضرت شیخ الحدیث مفتی جمیل احمد نعیمی

مبارک مومنو رمضان آیا نیکیاں لے کر
سکونِ بے کراں لے کر بہارِ جاوداں لے کر

رمضانُ المبارک کا مقدس مہینہ بڑی برکتوں اور رحمتوں کا مہینہ ہے۔ یہی وہ مہینہ ہے جس میں خالق کائنات نے قرآن مجید و فرقانِ حمید کو نازل فرمایا۔ یہی وہ مہینہ ہے جس میں غزوۂ بدر اور شبِ قدر کے علاوہ، امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت اور حضرت علی المرتضیٰ شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے ساتھ ساتھ کئی اور واقعات بھی رونما ہوئے جس کے نقوش تاریخِ عالم نے آج بھی اپنے سینے میں محفوظ کیے ہوئے ہیں۔ اِس ماہِ رمضانُ المبارک کے شب و روز کے فضائل اور اس کے فیوض و برکات اور اس کی رحمتوں نیز اس کی لطافتوں کے بیان کیلئے تو ضخیم کتابیں بھی ناکافی ہیں مگر برادرِ محترم فاضلِ خبیر عالمِ شہیر حضرت علامہ مولانا محمد بشیر القادری سلمہٗ القوی نے اس موضوع پر جو مختصر لیکن جامع کتاب تحریر فرمائی ہے اس پر دریا کو کوزے میں بھر دیا کی مثال صادق آتی ہے۔ ﴿ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ ﴾

احقر موصوف کی اس تصنیفِ لطیف کا از اوّل تا آخر تو مطالعہ نہیں کر سکا لیکن جستہ جستہ جن مقامات کا مطالعہ کیا اس سے احقر نے اس بات کا اندازہ کرلیا ہے کہ عزیزِ محترم نے جن چار عنوانات 'فضائل رمضان، روزہ، واقعۂ بدر کی اہمیت، جمعۃُ الوداع کی فضیلت اور شبِ قدر کی برکتوں اور رحمتوں' کا جو انتخاب فرمایا ہے اس کا حق ادا کرنے کی پوری کوشش فرمائی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی رحمتِ کاملہ کا صلہ اور اپنے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل موصوف کو ایمانِ کامل اور صحت و عافیت کے ساتھ قائم رکھتے ہوئے مذہبِ اہلسنّت کی زیادہ سے زیادہ خدمت سرانجام دینے کی توفیق رفیق مرحمت فرمائے۔ آمین ثم آمین

احقر جمیل احمد نعیمی

نائب شیخ الحدیث و ناظم تعلیمات
دار العلوم نعیمیہ بلاک نمبر ۱۵ دستگیر کالونی کراچی

۹ جنوری ۱۹۹۶ء

اے فصلِ بہاراں تیری کیا بات ہے

رحمتیں، راحتیں، بخششیں، نعمتیں — آگیا لے کے رمضان اے مومنو
فلکِ اوّل پہ اُترا تھا محفوظ سے — اس مہینے میں قرآن اے مومنو
وقت آتا ہے جس وقت اِفطار کا — وقت ہوتا ہے مولا کے دِیدار کا
روزے داروں کے آجاتا ہے سامنے — بے نقاب ہوکے رحمان اے مومنو
ایک حصے میں بخشش کی بھر مار ہے — دوسرے میں معافی کے کھلتے ہیں در
تیسرے میں جہنم سے ہوکے بری — خوب چمکالو ایمان اے مومن
روزے والوں کی تو زندگی عید ہے — پورے رمضان میں ہر گھڑی دید ہے
وقتِ سحری ہو یا وقتِ افطار ہو — ہم خدا کے ہیں مہمان اے مومنو
اپنے اللہ کے سارے عبادت کرو — سب نوافل پڑھو اور تلاوت کرو
دامنِ مصطفیٰ کو سبھی تھام لو — ہے یہ جنت کا سامان اے مومنو
کیا فضائل بتاؤں میں رمضان کے — اس پہ شاہد ہیں الفاظ قرآن کے
جو بھی اس کی پناہوں میں ہے آگیا — ہے وہ خوش بخت انسان اے مومنو
ہم کو رمضان کا جو مہینہ ملا — بالیقیں نعمتوں کا خزینہ ملا
قید میں رہ کے کرتا ہے آہ و فغاں — اس مہینے میں شیطان اے مومنو
یہ مہینہ خدا کو بھی محبوب ہے — اس میں ناصر عبادت کا اسلوب ہے

اس کے اعلیٰ مقدر کی کیا بات ہے
جو ہے اس کا قدر دان اے مومنو

انتساب

بندہ اس کتاب کو اپنے دینی و روحانی پیشوا، مجددِ ملت، عظیم البرکت، آفتابِ شریعت و ماہتابِ طریقت، جن کی ذات میں عشقِ بلال، سوزِ صدیق، دلِ مرتضیٰ، ایثارِ عثمان اور ولولۂ فاروق تمام تر تابانیوں کے ساتھ جلوہ گر تھا۔ پاسبانِ قلعہ عظمتِ مصطفیٰ، محافظِ ناموسِ رسالت، اکابر فضل و کمال کے مرکز، دلیل وجودِ اہلسنّت و جماعت الشاہ امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو معرفت کا آفتاب، فضائل کا سمندر، بلند ستارا، دریائے ذخار، بحر ناپیدا کنار، یکتائے زمانہ، دین اسلام کی سعادت، دائرۂ علوم کا مرکز، یکتائے روزگار تھے۔

تقدیر امم کیا ہے کوئی کہہ نہیں سکتا
مومن کی فراست ہو تو کافی ہے اشارہ

اک دانشِ نورانی، اک دانشِ برہانی
ہے دانش برہانی حیرت کی فراوانی

خاکپائے عاشقانِ مصطفیٰ و گدائے کوچہ نورانی

احقر العباد فقیر محمد بشیر القادری رضوی

پہلی نظر

اے انسان اللہ تعالیٰ نے تجھے اشرف المخلوقات بنایا اور ولقد کرمنا بنی آدم کا تاج تیرے سر پر رکھا۔ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم کی تجھے اچھی صورت بخشی اور تیرے قلب کو اپنی جلوہ گاہ بنایا اور تجھے ایمان کی دولت بخشی تا کہ تیرا ہر لمحہ شان ربّ کریم کا مظہر ہو۔ دیکھیں جس طرح پانی اگر دریا میں اپنی حدود کے اندر رہے تو یہ رحمت ہوتا ہے اور اگر حدود سے باہر نکل آئے تو زحمت بن جاتا ہے۔ پانی دریا کے اندر رواں رہے تو نفع بخش ہے اور اگر باہر نکل آئے تو طوفان بن جاتا ہے۔ اسی طرح انسان اگر اپنے مالک حقیقی کی قائم کردہ حدود و قیود کے اندر رہے تو یہ انسان اللہ تعالیٰ کی برہان بن جاتا ہے اور اگر مالک حقیقی کی حدود کو توڑ دے تو شیطان بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اچھی صورت بخشی تو جب یہ خالق و مالک کا مطیع و فرمانبردار بنتا ہے تو اس کی زیارت کیلئے ملائک آتے ہیں اور اگر نافرمان ہو جائے تو خود انسان بھی اس سے نفرت کرتے ہیں۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے رفعتیں اور بلندیاں بخشیں اور اگر یہ انسان مالک کی خوشنودی اور رضا کے ہی خلاف ہو جائے تو مالک فرماتا ہے ثم رددناہ اسفل سافلین فرمانبردار کیلئے جنت اور لقائے یار ہے اور نافرمان کا ٹھکانا جہنم اور وہ ذلیل و خوار ہے۔ کتنے سخت دل ہیں وہ لوگ جو اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیم کو بھول چکے ہیں۔ بس ماہ صیام کا موسم بہاراں اسی لئے آتا ہے کہ تجھے دعوتِ فکر دے کہ سلطانِ رحمت کی بارگاہ کے دروازے کھل گئے من صام رمضان ایمانا و احتسابا غفرلہ ما تقدم من ذنبہٖ جو مسلمان ایمان اور اخلاص کیساتھ رمضان کے روزے رکھے تو اس کے پہلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ من لم یدع قول الزور والعمل بہ فلیس للہ حاجت فی ان یدع طعامہ و شرابہ (بخاری) کہ جو جھوٹی باتیں اور برے کام نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس کا کھانا پینا چھوڑ دینے کی کوئی پرواہ نہیں۔ اس لئے روزے دار کو ایسے افعال سے بچنا چاہئے جن چیزوں سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے اور روزے کا ثواب کم ہو جاتا ہے روزہ کیلئے یہ چیز نقصان دہ ثابت ہوتیں ہیں اور روزے کو تو ہر نقصان سے پاک و صاف ہونا چاہئے۔ ناجائز اور حرام گفتگو سے بچنا اشد ضروری ہے۔

جو لوگ روزہ رکھ کر کذب، افترا، مکر وفریب، ظلم، عیاری ومکاری، بدکلامی، گالی گلوچ، چغل خوری، عیب جوئی، مکس وملاوٹ، سود ورشوت، بے حیائی، فحاشی، تھیٹر، سینما وفلم جیسی بری لعنتوں کے جال میں رہتے ہوئے روزہ رکھتے ہیں وہ روزے کی بے حرمتی کرتے ہیں اور ماہِ رمضان کی بے ادبی کرتے ہیں۔ دیکھو روزے کی حالت میں حلال چیزوں کا استعمال کرنا ممنوع ہے تو جو پہلے سے ہی حرام ہوں وہ روزے کی حالت میں کتنی حرام ہونگی؟ اس لئے سرکارِ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہت سے روزے دار وہ ہیں جنہیں روزوں سے پیاس کے سوا کچھ حاصل نہیں اور بہت سے شب بیداری کرنے والے ہیں جن کو سوائے بے خوابی کے کچھ میسر نہیں، یہ وہی بدنصیب لوگ ہیں جو روزے کی حالت میں بھی حرام کام سے نہیں بچے۔

دوستو! روایت میں ہے کہ ایک مجوسی کو رمضان المبارک کا احترام کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس مجوسی کو مرنے سے پہلے اسلام لانے کی توفیق بخشی اور مومن کیلئے تو یہ حکم ہے کہ جو شخص اللہ کی راہ میں ایک دن کا روزہ رکھے گا تو اللہ تبارک وتعالیٰ اسے آگ سے ستر سال کی راہ سے دُور رکھے گا۔ (مسلم) اور فرمایا، روزہ دار کیلئے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی تو افطار کے وقت اور دوسری خوشی اپنے رب سے ملاقات کے وقت۔ (مشکوۃ) اور فرمایا کہ ہر چیز کی زکوۃ ہوتی ہے اور بدن کی زکوۃ روزہ ہے۔ (مشکوۃ) اور فرمایا، روزے اور قرآن بندے کی شفاعت کریں گے۔ ایمان والو نفس پرستی میں خدا نہیں ملتا، تقویٰ اختیار کرنے سے خدا ملتا ہے اور تقویٰ روزے کی اصل ہے۔ اس رحمتوں کی فصل بہار میں تقویٰ کی دولت کو روزے رکھ کر لوٹ سکتے ہیں۔

دوستو! اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان المبارک کے روزے رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

عشرہائے رمضان کا تعارف

(۱) عشرہ رحمت (۲) عشرہ مغفرت (۳) عشرہ آتش دوزخ سے نجات

اس ماہِ ذیشان میں اللہ تعالیٰ نے ایمانداروں کیلئے ایسے متعدد مواقع مہیا فرمائے ہیں کہ جن کی ہر ساعت باعثِ برکت، جن کا ہر لمحہ وجہ ٔسعادت ہے۔ دین اسلام کی چودہ صد سالہ تاریخ میں یہ رحمتوں کی فصل بہار، انوار وتجلیات کا فوارہ بخشش کم از کم چودہ سو بار یقیناً جلوہ گر ہوتا رہا۔ اگر اس طویل عرصہ کے تمام واقعات کو جمع کیا جائے تو کتب کا دفتر درکار ہے اور ان کے مطالعہ کیلئے بھی طویل عرصہ کی ضرورت ہے۔ مگر بندہ نے عشرہائے رمضان کے مطابق اس کتاب شہر الصیام کی نورانی تجلیاں میں چار تقریریں تحریر کی ہیں۔ اوّل فلسفہ ٔصیام وبرکاتِ اتباعِ سرورِ کائنات۔ دوم جنگِ بدر وسیرتِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور عاشقانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انقلابی جدوجہد۔ سوم لیلۃ القدر دراصل جشنِ نزولِ قرآن ہے۔ چہارم جمعۃ الوداع اور شہر الصیام کا آخری پیغام۔ اُمید ہے کہ ہمارے قارئین کرام غور سے پڑھیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو میری اور تمام قارئین کرام کی مغفرت کا ذریعہ بنائے۔ آمین

فلسفۂ صیام و برکات اتباعِ سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جیسے اگلوں پر فرض ہوئے تھے کہ کہیں تمہیں پرہیز گاری ملے۔
(پ۲۔البقرہ:۱۸۳)

دینِ اسلام ایک فطری مذہب ہے۔اس نے فرزندانِ اسلام کو عبادات کا ایک حسین وجمیل اور جامع گلدستہ عطا فرمایا ہے۔ جس کی خوشگوار مہکوں نے قلبِ انسان کے ہر جذبے میں اپنا گھر بنالیا ہے۔

ڈرنا اور خوف کھانا

یہ انسانی فطرت ہے مگر دینِ اسلام نے بتایا کہ قلبِ انسان کی دنیا میں جب خشوع کا غلبہ ہو اور خوفِ خدا سے دل ہلنے لگے تو نگاہ جھکا کر حالتِ قیام میں دست بستہ بارگاہِ قدوس میں حاضر ہو جائے۔بس اسی حاضری کا نام اصطلاحِ شرع میں نماز ہے۔

دوسرا جذبہ ترس کھانا

انسان کی فطرت میں رحم کھانے کا جذبہ ہے مگر دینِ اسلام نے بتایا کہ اس کے جذبۂ ترس کا مرکز وہ لوگ ہونے چاہئیں جو اس کے اَقرباء میں سے ہوں، اس کے ہمسائے اور محلّہ والے اور ان کے بعد غرباء و مساکین، تو اسی جذبۂ رحم کے اس طرح اظہار کو شرعی زبان میں زکوٰۃ کہا جاتا ہے۔

تیسرا جذبہ غضب ہے

انسان کو غصہ بھی آتا ہے۔کبھی تو انسان غصہ کے جوش سے از خود رفتہ ہو جاتا ہے مگر دینِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتایا کہ اس کی یہ بے رحمی بھی اللہ تعالیٰ کیلئے ہونی چاہیے کہ اے غضب کے جذبہ سے از خود رفتہ ہونے والے یہ تیرا قہر و غضب ان لوگوں پر ہونا چاہیے، یہ قہر و غضب کی بجلیاں گرائی جائیں تو اُن لوگوں پر جو اللہ کی زمین پر تو رہتے ہیں لیکن اُس خالقِ کائنات کی مقدس بارگاہ میں سر نہیں جھکاتے۔اُس کے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صدقہ کھاتے ہیں، اُس کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عطا تو کھاتے ہیں لیکن حبیبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نظام کے منکر ہیں۔شانِ حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جلتے ہیں۔ اس جذبۂ غضب کے اظہار کو نظامِ مصطفیٰ نے جہاد کا نام دیا ہے۔

چوتھا جذبہ عشق ہے

انسان پروانے کی طرح طلب کی دیوانگی میں اس جذبۂ عشق کو اُجاگر کرتا ہے۔وہ اپنے عزیز و اقارب کو چھوڑ کر اپنے وطن سے ہزاروں میل دُور مکہ مقدسہ کی وادیوں میں گلے میں کفن ڈالے دربارِ الٰہی میں اللھم لبیک اللھم لبیک لاشریک لک کی صدائیں بلند کرتا پھرتا ہے۔انسان کے اس جذبۂ عشق کے اظہار کو دینِ مصطفیٰ نے حج کا نام دیا ہے۔

پانچواں جذبہ دیوانگی ہے

ماہِ صیام میں کھانے پینے کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کی صفت بے نیازی کے قریب ہونے کی کوشش کے اظہار کو عشق کی دیوانگی کا مظہر بتایا ہے کہ کسی کے حصول قرب کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ اس کی کسی صفت کو اختیار کر لیا جائے اور پھر دیکھیں کہ وہ موصوف اس کو کیسے اپنے رنگ میں رنگتا ہے۔ حبیبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسی لئے ارشاد فرمایا کہ اے لوگوں اللہ تعالیٰ کی صفات سے موصوف ہو جاؤ' اللہ تعالیٰ کی بیشمار صفات میں سے کھانے پینے اور جماع سے بے نیاز ہونا بھی ہے تو پھر ماننا پڑے گا کہ انسان کا کھانا پینا ترک کر کے بھوک اور پیاس کی صعوبتیں قبول کرنا یعنی کھانا تو سامنے ہے' کھا بھی سکتا ہے لیکن کھاتا نہیں، پانی موجود ہے' پی بھی سکتا ہے لیکن پیتا نہیں۔

دوستو! عقل ضرور کہے گی یہ تو دیوانگی ہے مگر اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوبِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قرب پانے کا متلاشی انسان' اس کی صفت سے ہم آہنگ ہونے کے جنون میں اس دیوانگی کو پروانہ وار قبول کر لیتا ہے اور اسی دیوانگی کو نظامِ مصطفیٰ نے روزے کا نام دیا ہے۔

تو معلوم ہوا کہ دین اسلام نے انسان کو عبادات کا جامع گلدستہ اس طرح پیش کیا کہ صاحبِ ایمان کا ہر جذبہ اللہ تعالیٰ کی عبادت بن جائے۔ دوستو! نماز، زکوٰۃ، حج، جہاد اور ماہِ صیام کے روزے خالق کائنات کی کیفیات کے مظہر ضرور ہیں مگر کب؟ اس وقت جب ان کی ادائیگی حبیبِ خدا پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نقش قدم پر کی جائے تو پھر انسان کا غصہ اللہ تعالیٰ کی عبادت بن جائے گا، انسان کا رحم اللہ تعالیٰ کی عبادت بن جائے گا، انسان کا قیام اللہ تعالیٰ کی عبادت بن جائے گا، انسان کا خوف اللہ تعالیٰ کی عبادت بن جائے گا، انسان کا کھانا اور پینا اللہ تعالیٰ عبادت بن جائے گا، انسان کا سونا اللہ تعالیٰ کی عبادت بن جائے گا، انسان کا جاگنا اللہ تعالیٰ کی عبادت بن جائے گا، انسان کا چلنا اللہ تعالیٰ عبادت بن جائے گا۔ تو ہمارے مذکورہ افعال کو واسطۂ حبیبِ خدا نے عبادات خدا بنا دیا۔ ہمارے غصہ کو واسطہ حبیبِ خدا نے عبادت بنایا، ہمارے رحم کو واسطہ حبیب خدا نے عبادت بنایا، ہمارے سونے اور جاگنے کو واسطہ حبیبِ خدا نے عبادت بنایا۔ تو دوستو! جب تک ہمارے جملہ افعال کو واسطہ حبیبِ خدا نہ تھا تو عبادتِ الٰہی بھی نہ تھے اور جب واسطہ حبیبِ خدا ہوا تو ہمارے جملہ افعال عباداتِ الٰہی ہو گئے۔ تو ماننا پڑے گا کہ فقط کھانا عبادت نہیں' پینا ہی عبادت نہیں' صرف خوف کھانا عبادت نہیں' غصہ میں آ جانا ہی عبادت نہیں' مال خرچ کر دینا ہی عبادت نہیں...... کیوں؟ اس لئے کہ مذکورہ افعال تو غیر مسلم بھی ادا کرتے ہیں۔ کھانا پینا ان کے ہاں بھی ہوتا ہے، خوف وہ بھی کھاتے ہیں، غصہ ان کو بھی آتا ہے، مال وہ بھی خرچ کرتے ہیں، اگر صرف جملہ افعال کے کر لینے کا ہی نام عبادتِ الٰہی ہوتا تو غیر مسلم کی بھی عبادت ہوتی' مگر ایسا کیوں نہیں؟ اسلئے کہ ان مذکورہ افعال کی ادائیگی کیلئے واسطۂ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم چاہیے،

نقشِ قدم محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چاہئے ، اسوۂ والیٔ دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چاہئے ۔ تو معلوم ہوا کہ ہمارے جس کام میں واسطہ حبیبِ خدا ہوگا وہ کام عبادتِ الٰہی ہوگا ۔ جس کام میں نقشِ قدم محبوب خدا نہیں ہوگا وہ کام عبادت خدا بھی نہیں ہوگا ۔

ایمان والو! کھانا پینا چھوڑنے کی کئی وجوہات ہوسکتی ہیں ۔ یقین سے بتاؤ کہ ایسی صورت میں وہ عبادتِ الٰہی بن جائے گا؟ نہیں ہرگز نہیں ۔ یہ اس وقت تک عبادت نہیں بن سکتیں جب تک حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واسطہ سے ادا نہ کی جائیں ۔

قل ان کنتم تحبون اللہ کو پہنچانو تو پھر فاتبعونی یحببکم اللہ کو جانو اور پھر اس کی عملی تفسیر بن جاؤ اور جب تم حکمِ خدا کی عملی تفسیر بن کر کسی فعل کو ادا کروگے تو نہ صرف محبتِ الٰہی اور اتباعِ رسول نصیب ہوگا بلکہ ویغفرلکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم کی خوشخبری بھی عطا ہوگی ۔ اسلئے کہ جب محبِّ صادق اپنے محبوب کے وصال کی خاطر، صرف اس کی رضا کے حصول کیلئے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع کرتے ہوئے کھانا پینا چھوڑتا ہے تو وہ کریم ازلی اپنے بندے کے اس بے ریا ہدیہ کو ان الفاظ میں قبول فرماتا ہے الصوم لی وانا اجزی بہ روزہ میرے لئے ہے اور اس کی جزا بھی میں ہی دوں گا ۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ باقی تمام عبادات میں ریا کو دخل ہوسکتا ہے مگر روزے میں ریا کو دخل نہیں ، کیونکہ باقی سب عبادات میں کرنا ہے لیکن روزے میں چھوڑنا ۔ لہٰذا روزے کی جزا بھی کوئی مقرر نہیں ۔ ربّ دینے والا اور بندہ لینے والا اور باقی عبادات قیامت کے دن قرض خواہ اور دوسرے اہلِ حقوق چھین سکتے ہیں حتیٰ کہ قرض خواہ سات سو نمازیں جو مقبول ہوں گی ان کا ثواب صرف تین پیسہ قرض کے عوض میں لے لے گا ۔ (بحوالہ شامی) قربان جائیں اللہ تعالیٰ فرمائیگا روزہ تو میرا ہے یہ کسی کو نہیں ملے گا ۔

حدیث کی دو قراتیں

اس عبارت کی دو قراتیں ہیں یعنی اَجزِیْ بہٖ معروف ہے۔ جس کے معنی ہیں روزے میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ دوسری قرات اجزی بہ صیغہ مجہول ہے۔ جس کے معنی ہیں روزہ میرے لئے ہے اور میں خود ہی اس کی جزا ہوں۔ یعنی تمام عبادات کا بدلہ جنت ہے۔ نماز پڑھو جنت ملے گی، زکوٰۃ ادا کرو جنت ملے گی، قربانی کرو جنت ملے گی، سخاوت کرو جنت ملے گی، حج کرو جنت ملے گی مگر قربان جائیں روزے کی شان پر کہ جس کے بارے میں حبیبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ رکھو خدا ملے گا۔

دوستو! باقی تمام عبادات میں اطاعت کا غلبہ ہوتا ہے مگر روزے میں عشقِ خدا کا غلبہ ہوتا ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کیلئے دنیا کی چیزوں کا چھوڑنا ہے اور یہ عاشقوں کا کام ہے کہ معشوق کیلئے سب کچھ قربان کردیں۔

یہ سب باتیں روزہ میں ہیں اور مطیع کا بدلہ تو انعام ہے مگر عاشق کا بدلہ لقائے حبیب ہے۔ روزہ میں انسان ہر وقت عابد رہتا ہے۔ روزے دار کا جاگنا عبادت' روزے دار کا بولنا عبادت' روزے دار کا چلنا عبادت، مگر دوسری عبادات میں یہ چیزیں نہیں ہیں۔

دوستو! یہ روزے کی ہی شان ہے کہ روزے دار کی روح کو پاک کرکے دربارِ یار میں لیجا کر ملاقات کرا دیتا ہے اور مشاہدہ جمالِ یار کے قابل بنا دیتا ہے۔ مذکورہ آیتِ مقدسہ کو تفسیر کے لحاظ سے چار حصوں پر منقسم کیا جاسکتا ہے:۔

(۱) خطاب (۲) حکم (۳) وضاحتِ حکم (٤) مقصود

خطاب...... عام بندوں سے خطاب نہیں ہے بلکہ ان بندوں سے خطاب جو حلقۂ اسلام میں داخل ہونے کے بعد یہ معاہدہ کرچکے ہوں کہ ہماری زندگی کا ہر لمحہ تابع فرمانِ الٰہی اور عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اپنی زندگی کا کوئی نقشہ ترتیب دینے میں ہم آزاد نہیں ہیں ہماری موت وحیات، کردار وگفتار، افکار وخیالات، اعضاءِ جوارح سب کے سب ایک دائمی غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں یہ زنجیریں اس وقت ہی ٹوٹ سکتی ہیں جب بغاوت کرکے کوئی اپنے ہی کئے ہوئے معاہدے سے پھر جائے۔ اللہ تعالیٰ کے وفادار بندوں کو تعمیلِ حکم پر گوش برآواز کردینے کیلئے یہ اندازِ خطاب بہت کافی ہے۔

حکم ...... خوشنودیٔ باری تعالیٰ کی نیت سے ایک خاص وقت تک کھانے پینے اور شہوت نفس سے رُک جانے کا نام روزہ ہے۔ اس آیتِ مقدسہ میں اسی کا حکم دیا گیا ہے۔

وضاحتِ حکم ...... بغیر یہ بتائے ہوئے بھی کہ ہم سے پہلی اُمتوں پر روزہ فرض تھا۔ حکم ممکن تھا۔ لیکن قربان جایئے شان حکمت و رحمت کے کہ روزے کا حکم دیتے وقت یہ بھی بتایا گیا کہ حکم صرف تمہارے اوپر ہی نافذ نہیں کیا گیا بلکہ تم سے پہلی اُمتوں پر بھی روزے فرض ہوئے۔

مقصود...... کام کی اہمیت مقصود کے اعتبار سے گھٹتی اور بڑھتی ہے۔ روزے کا مقصود جو من اللہ قرار دیا گیا وہ تقویٰ ہے اور یہی روزے کا مقصود ہے۔

دوستو! یہ مقصود اتنا عظیم الشان ہے کہ اسے تمام محاسن کی جان کہہ سکتے ہیں۔ دراصل تقویٰ ہی انسانی شرافت کا بنیادی پتھر ہے۔ کونین کی سعادتوں اور معنوی لطافتوں کا وہ سرچشمہ ہے جو کبھی نہیں سوکھتا۔ یہی تقویٰ آج ہماری زندگی کی سطح پر نہیں اُبھر رہا تو ہم دنیا میں بے نام ونشان ہو کر رہ گئے ہیں۔ اسی تقویٰ کے بل بوتے پر کبھی ہماری ہیبت سے سارا جہان کانپتا تھا مگر آج اندر سے تقویٰ کی روح نکل گئی تو ہم خود لرزہ بر اندام ہیں' جب سے ہم نے غلامیٔ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ترک کی ہے' اس وقت سے ہم پوری دنیا میں بے نشان ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ حالانکہ غلامیٔ رسول ہی تقویٰ کی حقیقی اساس ہے اور تقویٰ روحِ ایمان ہے۔ تقویٰ تمام نیکیوں کی اصل ہے بلکہ تقویٰ مومن کی پہچان ہے۔

اُن کے جو ہم غلام تھے خلق کے پیشوا رہے
اُن سے پھرے جہاں پھرا آئی کمی وقار میں

تو جب غلامیٔ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دولت عاشقانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس تھی تو وہ عاشقان حبیبِ خدا کی بارگاہِ اقدس سے سب کچھ مانگتے تھے اور ان کو ملتا تھا۔

لاج رکھ لو گدائے کرم کی بھر دو بھر دو مری خالی جھولی
کوئی یہ نہ کہے تیرا منگتا تیری محفل سے خالی گیا ہے

کیا کہنا تیرا مجرم

﴿ اختیارِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجرم کیلئے اس کا کفارہ اِنعام بنادیا ﴾

یہی رسمِ عاشقی ہے یہی جانِ بندگی ہے   سر رکھ کے نہ اُٹھانا سرکار کی گلی میں

رمضانُ المبارک کا مہینہ ہے شمعِ نبوت و رسالت کے پروانے اس ماہتابِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اِردگرد چمکتے ہوئے ستاروں کی مانند حلقہ باندھے مودب دو زانو بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آیا اور عرض کرنے لگا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ہلاک ہوگیا۔ کائنات کے حاجت روا اور مشکل کشا نے اپنے در کے سوالی سے پوچھا، اے فریاد لے کر آنے والے تجھے کیا ہوا؟ فریادی نے اپنی فریاد اپنے فریادرس سے عرض کی کہ میں نے روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے صحبت کر لی ہے یعنی روزہ توڑ لیا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، تیرے پاس غلام ہے جسے تو آزاد کردے؟ اس نے عرض کی نہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تو مسلسل دو ماہ کے روزے رکھ سکتا ہے؟ اس نے عرض کیا نہیں۔ پھر فرمایا کیا تیرے پاس ساٹھ مسکینوں کا کھانا ہے؟ عرض کرنے لگا نہیں۔ فرمایا بیٹھ جا۔ کچھ دیر کے بعد سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بڑا ٹوکرہ لایا گیا، جس میں کھجوریں تھیں۔ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، فریادی کہاں ہے؟ وہ بولا، میں یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! فرمایا یہ کھجوریں لے لو اور غریبوں، مسکینوں میں صدقہ کردو' تمہارا کفارہ ادا ہوجائے گا۔ یہ سن کر اس نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینے میں تو مجھ سے زیادہ فقیر اور کوئی نہیں ہے۔ اپنے در کے سائل کی یہ بات سن کر آقا علیہ السلام ہنس پڑے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دانت مبارک چمک گئے اور والیٔ کائنات کی رحمت جوش میں آگئی فرمایا، جا اپنے ہی گھر والوں کو یہ کھجوریں کھلا دو' تمہارے روزے کا کفارہ ادا ہوجائے گا۔ جب فریادی نے مختارِ کل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبانِ فیض ترجمان سے یہ الفاظ سنے تو بے ساختہ پکار اُٹھا۔

کیا خبر کیا سزا مجھ کو ملتی   میرے آقا نے عزت بچالی
فردِ عصیاں میری مجھ سے لے کر   پیاری کملی میں اپنی چھپالی

دوستو! میرے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم' وہ بارگاہِ اقدس ہے جہاں کوئی بھی آیا خالی ہاتھ نہیں لوٹا' یہ وہی بارگاہ اقدس ہے جہاں سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہدایت و صداقت کی شمع روشن ہوئی، جہاں سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جلالت و عدالت کا ڈنکا بجا، جہاں سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ریاضت و عبادت کا چشمہ پھوٹا اور جہاں سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سخاوت و شجاعت کا سورج طلوع ہوا۔ عشق بے تاب و دلائل کا تابع نہیں ہوتا۔

سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، واللہ یعطی و انا قاسم (بخاری) اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے اور میں اس کی عطا کو لوگوں میں تقسیم کرنے والا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی شمع نبوت ورسالت کے پروانوں کو کوئی بھی مشکل پیش آتی تو وہ مشکل کشا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوتے اور گوہر مراد سے اپنی جھولیاں بھر لیتے۔

قربان جائیں میرے محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وہ مقدس بارگاہ ہے کہ اس بارگاہِ اقدس میں کوئی بھی سوالی آیا خالی ہاتھ نہیں لوٹا...... ذرہ تھا تو آفتاب بن گیا، ادنیٰ تھا تو اعلیٰ بن گیا، پتھر تھا تو لعل بن گیا، کانٹا تھا تو پھول بن گیا، برا تھا تو اچھا بن گیا، شقی تھا تو سعید بن گیا، ناپاک تھا تو پاک بن گیا، جہنمی تھا تو جنتی بن گیا، قطرہ تھا تو دریا بن گیا، کالا تھا تو رشک قمر بن گیا، غلام تھا تو آقا بن گیا، مقتدی تھا تو امام بن گیا، ابوبکر آیا تو صدیق اکبر بن گیا، عمر آیا تو فاروق اعظم بن گیا، عثمان آیا تو ذوالنورین بن گیا، علی آیا تو شیر خدا بن گیا، حبشی آیا تو قریشیوں کا سردار بن گیا، فقیر آیا تو غنی بن گیا، اعرابی آیا تو صحابی بن گیا۔

تو فقیر بھی اپنے محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس بارگاہ میں عرض کرتا ہے ؎

لاج رکھ لو گدائے کرم کی بھردو بھردو مری خالی جھولی
کوئی یہ نہ کہے تیرا منگتا تیری محفل سے خالی گیا ہے

تقویٰ روزے کی اصل حکمت ہے

روزہ رکھ کر جب انسان کھانے پینے اور جماع کو چھوڑ دیتا ہے۔ برے اخلاق اور بری عادتوں سے دُور ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کیلئے اپنی فطرت اور خلقت کے تقاضوں سے ممکن اور شرعی حد تک مجرد ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں نفسِ اَمارہ کے مطالبات کو مسترد کر دیتا ہے، تو انسان کے ناسوتی بدن میں لاہوتی رنگ جھلکنے لگتا ہے، وہ اخلاق باری میں متخلق اور صفات الٰہیہ سے متصف ہو جاتا ہے۔ دوستو اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہوگی کہ روزہ بندے کو مولا کے رنگ میں رنگ دیتا ہے اور جب بندہ مولا کے رنگ میں رنگ جائے تو اسی کو غلامی رسول کہتے ہیں اور یہی روزے کا اصل مقصد ہے۔ فرمایا لعلکم تتقون ......

حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تقویٰ یہاں ہے تقویٰ یہاں ہے تقویٰ دل کی اس کیفیت کا نام ہے، جس کے حصول کے بعد انسان گناہ کرنے سے ڈرتا ہے اور خوف الٰہی کی وجہ سے گناہ کرنے سے جھجک محسوس کرتا ہے۔ انسان کے دل میں گناہوں کی اکثر خواہشات حیوانی قوت کی زیادتی سے پیدا ہوتی ہیں۔ روزہ رکھنے سے حیوانی قوت کم ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو نوجوان مالی مجبوریوں کی وجہ سے نکاح نہیں کر سکتے اور ساتھ ہی نفسانی خواہشوں پر قابو بھی نہیں رکھتے' ان کا علاج رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روزہ بتایا ہے کہ شہوت کو توڑنے اور ختم کرنے کیلئے روزہ بہترین چیز ہے۔ جس طرح ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے' اسی طرح کھانے پینے کی نعمت کی قدر بھی روزہ رکھنے سے ہوتی ہے۔ شکم سیر ہو کر کھانے والے امیروں کو روزہ رکھنے سے پتا چلتا ہے کہ فاقہ میں کیسی اذیت اور بھوک پیاس کی کتنی تکلیف ہوتی ہے۔ رمضان کے مہینہ کو بھوک اور پیاس کا مہینہ کہتے ہیں۔ اس لئے ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ اس مہینہ میں ہماری خوراک کا بجٹ باقی مہینوں کی بہ نسبت کم ہوتا لیکن ہوتا یہ ہے کہ اس ماہِ مقدس میں ہماری خوراک کا بجٹ باقی مہینوں سے زیادہ ہوتا ہے۔ بازار میں کھانے پینے کی اشیاء، پھل، مٹھائی، گوشت وغیرہ باقی مہینوں کی بہ نسبت زیادہ بکتی ہیں۔ یوں لگتا ہے کہ صبح سے لے کر شام تک ہم اس لئے بھوکے رہتے ہیں تاکہ افطار کے وقت زیادہ سے زیادہ کھا سکیں۔

دوستو! ہماری اس صورتِ حال کی بھی اصلاح ہونی چاہئے تاکہ روزوں کے برکات و انوار سے صحیح استفادہ ہو سکے اور حدیثِ پاک میں آیا ہے کہ مسلمان کافر کی بہ نسبت سات حصہ کم کھاتا ہے' تو اہل ایمان حضرات اس اصول کی روشنی میں اپنی خوراک کا جائزہ لیکر خود ہی اپنی اصلاح کر سکتے ہیں تاکہ روزے کے اصل مقصد حاصل ہو سکیں۔ جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلام ہیں وہ اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خاطر سب کچھ قربان کرتے ہیں۔

نام پر تیرے سب کچھ ملا ہے | نام پر تیرے سب کچھ فدا ہے
نام پر تیرے قربان جاؤں | ہم غریبوں کا تو آسرا ہے

روزے کا مقصود تقویٰ ہے جو ربّ تعالیٰ کی پہچان اور ذلتِ نفس ہے

روزے کا اصل مقصود تقویٰ قرار دیا گیا اور یہ ایک بہت بڑا مقصد ہے اور اسی مقصود کو تمام محاسن کی جان کہتے ہیں یعنی یہ مقصود انسانی شرافتوں کا بنیادی پتھر ہے اور کونین کی سعادتوں اور معنوی لطافتوں کا وہ سرچشمہ ہے جو کبھی بھی سوکھتا نہیں مگر اس مقصود کے حصول کیلئے خواہشاتِ نفسانیہ کے گھیرے میں محصور ہیں یہ عظیم دولت ان کے ہاتھ نہیں آتی۔ نفس امارہ انسان کا بہت بڑا دشمن ہے مگر اس دشمن ایمان سے جنگ کرنا بہت آسان ہے۔ کتب میں لکھا ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا اور عقل کو فرمایا کہ میرے سامنے آ' جب عقل نے پیٹھ پھیری تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے عقل تو کون ہے اور میں کون ہوں پس عقل بولی، عقل نے جواب دیا تو میرا پروردگار ہے اور میں تیری کمزور بندی ہوں پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے عقل میں نے نہیں پیدا کیا تجھ سے بزرگ اور افضل پھر پیدا فرمایا اللہ تعالیٰ نے نفس امارہ کو اور پیدا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے نفس امارہ کو فرمایا، میرے سامنے آ' وہ سامنے نہ آئی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تو کون ہے اور میں کون ہوں؟ بولی، میں میں ہوں اور تو تو ہے۔ میں نہیں جانتی تو کون ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ اس کو لے جاؤ اور سو برس تک دوزخ میں عذاب دو۔ سو برس کے بعد جب اسی نفس امارہ کو نکالا اور اللہ تعالیٰ نے پھر سوال کیا، اے عقل تو کون ہے اور میں کون ہوں۔ اس ظالم نفس نے پھر وہی جواب دیا کہ میں میں ہوں اور تو تو ہے۔ میں نہیں جانتی تو کون ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ اس کو سو برس تک بھوک کے عذاب میں رکھو۔ بہرحال اس ظالم نفس کو جب سو سال تک بھوک کا عذاب دیا گیا تو فرشتے اس ظالم نفس امارہ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے لائے اب بہت کمزور ہو چکا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے سوال کیا، میں کون ہوں اور تو کون ہے؟ اب بہت تبدیلی آ چکی تھی اب وہ جواب نہیں دیا جو پہلے دیتی تھی بلکہ یہ کہا کہ میں تیری بندی کمزور ہوں اور تو تمام جہانوں کا ربّ ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس نفس پر روزے فرض کیے تا کہ بھوک کی وجہ سے میری پہچان ہو اور انسان کو تقویٰ نصیب ہو۔ پس روزہ قہر ہے دشمن خدا یعنی شیطان پر اور شیطان کا وسیلہ برے کاموں کی طرف شہوت ہے اور شہوت کھانے سے قوی ہوتی ہے اور جب انسان روزہ رکھتا ہے تو شہوت کا زور کم ہوتا ہے تو شیطان انسان پر غلبہ حاصل نہیں کر سکتا تو جس صاحبِ ایمان نے اس دشمن خدا کو ذلیل کرنا ہے وہ روزہ رکھے۔ جو ذلتِ نفس ہے اور ربّ تعالیٰ کی پہچان ہے یہی روزے کا مقصد ہے۔

رحمتوں کی فصلِ بہار

روزے کا یہ موسم بہار ہر سال اس لئے آتا ہے کہ ہمارے وجود کو معنوی لطافتوں سے مسلح کردے مگر آج کا بزدل مسلمان روزے کی اہمیت ہی محسوس نہیں کرتا۔ آج رحمتوں کی بارش میں نکھرنے کا زمانہ ہے۔ رمضان کی یہ سہانی راتیں یہ دلکش اور پیارے سویرے، یہ نورانی اور روحانی شامیں، اللہ تعالیٰ کی عظمت و برتری کا کتنا کھلا ثبوت ہے کہ عالم اسلام کے اٹھانویں کروڑ افراد متحد ہو کر بھی ایسا ایثار نفس کا یہ ماحول پیدا نہیں کرسکتے تھے۔ مگر اے پیارے پیارے ماہِ رمضان! اے اللہ تعالیٰ کے نورانی ماہِ مبارک! تو نے پلک جھپکتے ہی پورے عالم میں انقلاب برپا کردیا۔ تو اے لوگو! رمضان کے اس ماہ کی قدر کرو۔

اے بادہ کشانِ جامِ غفلت! مژدہ باد...... کہ سلطان رحمت کی بارگاہ کے دروازے کھل گئے۔ اب صرف ایک حرف ندامت، ایک عذر شرمسار اور بھیگی ہوئی پلکوں کا صرف ایک چھلکتا اور چمکتا ہوا قطرہ دل کی طہارت کیلئے کافی ہے۔

اے گیتی کے روسیاہ مدہوشو..... آؤ چشمۂ نورِ رحمت میں غوطہ لگالو جو تمہاری نظر کے نشانے پر بہہ رہا ہے۔ گیارہ ماہ کے بعد یہ برسات رحمت کا سہانا موسم اسی لئے آیا ہے کہ تمہارے چہرے کا غبار دھل جائے اور رحمت و انوار کی موسلا دھار بارش میں تمہارا دامن زندگی نکھر جائے۔

اے خفتگانِ شب ملامت...... یہ رحمتوں کی فصلِ بہار تجھے دعوتِ فکر دیتی ہے کہ دنیا کی بڑی بڑی اُمید گاہوں سے تم نے لو لگا کر دیکھ لیا۔ تجھے اس دنیا کے پجاریوں نے ہر قسم کا لالچ دیا مگر حاصل کچھ بھی نہ ہوا۔ اگر فرصت ہو تو پل بھر کیلئے ذرا اپنے حافظے پر زور دے کر یاد کرو تم نے مادی اقتدار کی چوکھٹوں پر اپنی کتنی فریادیں ضائع کردیں۔ وقت کے روٹھے ہوئے فرعونوں کو منانے کیلئے تمہیں کتنی بار اپنی سطح مرتفع سے نیچے اترنا پڑا۔ اللہ اللہ! رمضان المبارک کا یہ مبارک مہینہ جو ہمارے سروں سے گزر رہا ہے، یہ مایوس چہروں کے نکھرنے کا بہترین موسم ہے، قدم قدم پر رحمت و غفران کی نہریں بہہ رہی ہیں۔ آن آن میں انوار و تجلیات کی بارش ہورہی ہے۔ اب بھی اگر ہم نے اپنی روح کی تشنگی نہ مٹائی تو اس کے بعد پھر شاید ہماری زندگی میں ایسا کوئی دلنواز روحانی اور نورانی موسم بہار نہ آئے۔ رمضان کی رحمت بھری راتوں میں گھائل کی فریادوں کی طرح ہمیں اپنے ربّ کریم کے حضور پھوٹ پھوٹ کر رونا چاہئے، بلک بلک کر تڑپنا چاہئے۔ غفلتوں کی گہری نیند میں ہم نے جتنی خطائیں کی ہیں، دوستو! ان کیلئے تو ساری عمر کا رونا بھی ناکافی ہے۔ مگر آج بخشش کا موسم بہار کا سہانا وقت ہے۔ تجھے رحمتِ الٰہی آوازیں دے دے کر پکار رہی ہیں آج وقت ہے، کل کا علم نہیں۔

کوئی گل باقی رہے گا نے چمن رہ جائے گا — اک رسول اللہ کا دین حسن رہ جائے گا
ہم صفیر و باغ میں ہے کوئی دن کا چہچہا — بلبلیں اُڑ جائیں گی سونا چمن رہ جائے گا

ایک عاشق رسول نے ظالم نفس کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا ؎

نفس یہ کیا ظلم ہے جب دیکھو تازہ جرم ہے — ناتواں کے سر پہ اتنا بوجھ بھاری واہ واہ
مجرموں کو ڈھونڈتی پھرتی ہے رحمت کی نگاہ — طالع برگشتہ تیری سازگاری واہ واہ

(اعلیٰ حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمۃ)

ایک بندۂ مومن کیلئے اس سے بڑھ کر اور کیا شقاوت ہوسکتی ہے کہ رمضان کے مہینے میں بے روزہ رہ کر کافر و مسلم کے درمیان امتیاز کی ظاہری دیوار کو بھی توڑ کر مسمار نہ کردے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے ہمیں اس مبارک مہینے کی برکتوں، رحمتوں، عظمتوں، رفعتوں سے مالا مال فرمائے۔

اس ماہِ اقدس کا نام رمضان ہے

صیام کا مادہ صَوم ہے۔ جس کے لغوی معنی باز رہنا، چھوڑنا اور سیدھا ہونا ہے۔ دینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں مسلمان کا صبح صادق سے آفتاب ڈوبنے تک عبادت کی نیت سے کھانا، پینا اور شہوت نفس سے رُک جانے کا نام صوم یعنی روزہ ہے۔ کھانا اور پینا ترک کرنا نفس کی اصلاح ہے اور روزہ نبوت کے پندرہویں سال دس شوال دو ہجری میں فرض ہوا۔ اس ماہِ مقدس کا نام رمضان کیوں ہے؟ اس لئے رمضان رمجاء سے مشتق ہے یا رمض سے۔ موسم خریف کی بارش کو کہتے ہیں۔ جس سے زمین دُھل جاتی ہے اور ربیع کی فصل خوب ہوتی ہے۔ چونکہ یہ مہینہ بھی دل کی گرد و غبار کو خوب دھو دیتا ہے۔ اس سے اعمال کی کھیتی ہری بھری رہتی ہے اس لئے اسے رمضان کہتے ہیں، یا رمض سے بنا ہے جس کے معنی گرمی یا جلنے کے ہیں۔ چونکہ اس مہینہ میں مسلمان بھوک اور پیاس کی تپش برداشت کرتے ہیں، یا یہ گناہوں کو جلا ڈالتا ہے اس لئے اسے رمضان کہتے ہیں۔

جنگ بدر و سیرت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اور عاشقانِ مصطفیٰ کی انقلابی جدوجہد

یہ شہادت کہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

ترجمہ: اللہ کے حکم سے کئی قلیل لشکر کثیر لشکروں پر غالب آجاتے ہیں اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اور فرمایا:

ترجمہ: اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کی مدد فرمائی بدر میں، جبکہ تم لوگ کمزور اور بے سروسامان تھے۔
تو تم لوگ اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم لوگ شکر گزار ہو جاؤ۔

بدر...... مدینہ منورہ سے تقریباً اسّی میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے۔ اس گاؤں کا نام بدر ہے اور اسی جگہ پر ایک کنواں تھا جس کے مالک کا نام بدر تھا۔ اسی وجہ سے اس جگہ کا نام بدرر کھ دیا گیا۔ اسی مقام پر جنگِ بدر کا وہ عظیم معرکہ سترہ رمضان المبارک بروز جمعہ ہوا۔ جس میں کفار قریش اور مسلمانوں کے درمیان سخت خونریز لڑائی ہوئی اور مسلمانوں کو بفضلِ الٰہی بطفیل مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ عظیم الشان فتح مبین نصیب ہوئی جس کے بعد دین اسلام کی عزت و وقار کا پرچم اتنا سر بلند ہوا کہ کفار قریش کی بناوٹی عظمت شوکت بالکل ہی خاک میں مل گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس جنگ بدر کے دن کا نام یوم الفرقان رکھا۔ قرآن پاک کی (سورۂ انفال) میں تو تفصیل کے ساتھ اور دوسری سورتوں میں اجمالاً بار بار اس کامیاب جنگ کا ذکر فرمایا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کی فتح مبین کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مبارک کے طور پر احسان جتاتے ہوئے مذکورہ آیتِ مقدسہ نازل فرمائی۔

غلامئ رسول ہی تقوی حقیقی کی اساس ہے

اللہ اللہ ایک وقت تھا کہ

مسلمان نعرہ لگاتا تھا تو خیبر توڑ دیتا تھا　　　حکم کرتا سمندر کو تو رستہ چھوڑ دیتا تھا

دعوتِ فکر ......عزیز قارئین کرام! اس رحمتوں کی بارش کے حسین اور دلکش زمانے میں، رمضان المبارک کی ان سہانی راتوں اور نورانی سویروں میں، ان روحانی شاموں میں عالم اسلام کے اٹھانوے کروڑ افراد کو جنگ بدر کے حوالے سے دعوتِ فکر ہے کہ ہمارے تقوٰی کا بنیادی پتھر کیا ہے۔ کیا یہ دُرست ہے کہ غلامئ رسول ہمارے تقوٰی کی حقیقی اساس ہے۔ اگر جواب ہاں میں ہے تو پھر یہ مقصود اتنا عظیم الشان ہے کہ اسے سارے محاسن کی جان کہہ سکتے ہیں۔ کونین کی سعادتوں، رفعتوں، برکتوں، عظمتوں اور معنوی لطافتوں کا یہ وہ سرچشمہ ہے جو کبھی نہیں سوکھتا بلکہ ہرا ابھرا رہتا ہے اور آج یہی ہماری زندگی کی سطح پر نہیں اُبھر رہا۔ بس یہی وجہ ہے کہ آج ہم بے نام ونشان ہوتے جا رہے ہیں۔ کیونکہ ایک وقت تھا کہ اس غلامی رسول کے تقوی حقیقی کی اساس کے بل بوتے پر ایک مسلمان کی ہیبت سے سارا جہان کانپتا تھا۔ مگر آج اندر سے غلامی رسول کی روح نکل چکی ہے۔ اسی لئے ہم ہر طرف پریشان حال نظر آتے ہیں۔

ان کے جو ہم غلام تھے خلق کے پیشوا رہے　　　ان سے پھرے جہاں پھرا آئی کمی وقار میں

اے لوگو! تمہیں رحمتوں کی فصل بہار کی قسم، تمہیں ان ندامت اور شرمسار اور بھیگی ہوئی پلکوں کے چمکتے ہوئے آنسوؤں کی قسم، تمہیں چشمہ نور رحمت میں غوطہ لگانے کی قسم، تمہیں اس رحمت اور سہانے موسم میں بخشش کی موسلا دھار بارش کی قسم، تمہیں ربّ کعبہ کی قسم! اگر فرصت ہو تو پل بھر کیلئے ذرا حافظوں پر زور دے کر اور مادی اقتدار کی چوکھٹوں اور وقت کے روٹھے ہوئے فرعونوں سے رشتہ توڑ کر جواب دو کہ ہمارے آقا سرورِ کائنات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس موسم بہار میں رمضان المبارک کی سہانی ساعتوں میں اپنے تین سو تیرہ غلاموں کو لے کر سترہ رمضان دو ہجری جمعۃ المبارک کے دن بدر کے مقام پر کیوں چلے گئے؟ اور جب شمع رسالت کے پروانوں کو بدر کے مقام پر جانے کا حکم دیا گیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے لبیک آواز کیوں کہا؟

ابوبکر و عمر نے عرض کی اے ہادئ دوراں
ہمارے مال و جاں اولاد سب کچھ آپ پر قربان

غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا عقیدہ یہ تھا کہ

تجھی کو دیکھنا، تیری ہی سننا، تجھ میں گم ہونا　　　حقیقت معرفت، اہل طریقت اس کو کہتے ہیں

مگر اے دوستو! ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ افسوس صد افسوس کہ ہم نے ان غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نقش قدم چھوڑ کر اپنی زندگیوں میں نیکی اور بدی دونوں کے ساتھ سمجھوتہ کرلیا ہے اور دونوں کو یکساں طور پر اکاموڈیٹ کرلیا ہے۔ ہم کلمہ پڑھتے ہیں، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقات ادا کرتے ہیں، تسبیح پڑھتے ہیں، مزارات پر آتے اور جاتے ہیں، محفل نعت، ختم خواجگان، میلاد شریف، گیارھویں کی محفلیں بھی منعقد کرتے ہیں، جمعرات کو بڑی دھوم سے مناتے ہیں، حلقہ ہائے ذکر وفکر اور دن کو روزہ بھی رکھ لیتے ہیں، قرآن پاک کی تلاوت بھی کرتے ہیں اور قرآن کا بوسہ بھی لیتے ہیں اور اپنے پیروں کے ہاتھ پاؤں بھی چوم لیتے ہیں یہ ہمارے زندگی کا ایک رُخ ہے، ایک زاویہ ہے، ایک رنگ ہے، مسجد میں آتے ہیں، سر پر ٹوپی بھی رکھ لیتے ہیں اور بڑے مسکین بن کر صفوں میں بڑی عاجزی سے ہاتھ باندھ کر قبلہ رو ہو جاتے ہیں، یہ ہماری زندگی کا ایک رخ ہے یعنی یہ ایک چہرہ ہے لیکن ہم ایک اور رُخ بھی رکھتے ہیں' ہمارا ایک چہرہ اور بھی ہے مگر وہ رخ وہ چہرہ ہم نے دنیا کے دوسرے معاملات کیلئے سنبھال رکھا ہے وہ چہرہ ہمیں دوکان پر نظر آتا ہے، کاروبار اور تجارت کے معاملات میں نظر آتا ہے۔ یہ رخ، یہ چہرہ ہمیں منڈیوں میں دکھائی دیتا ہے خرید وفروخت اور مخلوق خدا کے ساتھ ملاقات کرتے دکھائی دیتا ہے۔ اگر ان مقامات پر کوئی ہمیں برتاؤ کرتا ہوا دیکھے تو تصور بھی نہ کر سکے کہ یہ وہی شخص ہے جو مسجد کی پہلی صف میں بیٹھ کر دعا کے وقت زار وقطار چیخیں مار مار کر رو رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے حضور جھک کر گڑگڑا رہا تھا اور کبھی سجدے میں سسکیاں بھر کر دکھا رہا تھا۔ جو اس وقت کہیں ملاوٹ کر رہا ہے، کہیں جھوٹ بول رہا ہے، کہیں غبن کر رہا ہے اور کہیں قوم کا خزانہ لوٹتا ہوا نظر آ رہا ہے۔ اس کا دجل وفریب بھی دکھائی دے رہا ہے۔ قتل وغارت گری میں بھی نامور ہے، کسی کے گھر جلا رہا ہے۔ افسوس صد افسوس کہ یہ یکسر متضاد طرز ہائے عمل اور ہم نے ان دونوں مذکورہ چہروں اور رخوں کو اپنی زندگی میں یہ کہہ کر قبول کیا ہوا ہے کہ یہ ہمارا دین ہے اور یہ ہماری دنیا ہے۔ اس دوزخی کے متعلق کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

اے چمن والو! چمن میں یوں گزارا چاہئے
باغباں بھی خوش رہے، راضی رہے صیاد بھی

دوستو! آج کے مسلمان نے تو اپنی زندگی میں تفریق قائم کر رکھی ہے۔ اپنی زندگی کو دو حصوں میں تقسیم کر رکھا ہے کہ یہ ہماری دنیاداری ہے اور یہ ہمارا دین ہے۔ یہ کاروبار ہے، یہ تجارت ہے، یہ سیاست ہے اور یہ دین ہے۔ ہم نے دین کو سکیڑ کر صرف مسجد تک محدود کر دیا ہے۔ مصلی پر لاکھڑا کر دیا ہے۔ اب دین اس حصے سے باہر نہیں جاسکتا یعنی مسجد کی چاردیواری ہے تو دین ہے اور مسجد کی چاردیواری سے باہر ہے تو دنیا ہے۔ مسجد میں ہے تو دین داری ہے، مسجد سے باہر ہے تو دنیاداری۔ اللہ اللہ! مسجد سے باہر دیگر معاملات زندگی تو گویا دین کیلئے شجرہ ممنوعہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مسجد میں آئے تو اللہ اللہ اور باہر گئے تو رام رام یعنی ہمارے اپنے ہی ہاتھوں اور ہمارے ہی گھروں میں ان غیر شرعی چیزوں کو فروغ مل رہا ہے۔

یاد رہے کہ ایسا عمل اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کھلا مذاق ہے۔ جتنا بڑا کاروبار، اتنی ہی بڑی رشوت اور آج اس کے خلاف آواز بلند کرنا گویا سیاست ہے۔ دوستو! ایمان سے بتاؤ کہ ایسا طرزِ عمل فکرِ رسول کے خلاف ہے یا نہیں۔ یہ فکرِ جنگ بدر کے منافی ہے یا نہیں؟ ایسا سمجھوتہ کہ مسجد میں تسبیح بھی رول رہے ہیں اور شب بیداریاں بھی ہو رہی ہیں اور رشوت، غبن، ٹیکس، ملاوٹ، دجل وفریب، جھوٹ، قتل وغارت جیسے افسوس ناک افعال بھی ادا کئے جا رہے ہیں اور ساتھ یہ کہہ کر لوگوں کو دھوکا بھی دیا جا رہا ہے کہ یہ ہمارا دین ہے اور یہ ہماری دنیا ہے۔ خدا کی قسم! دین اسلام میں ایسی تفریق کی قطعی گنجائش نہیں۔ دوستو! دین داری فقط یہ بھی نہیں کہ ختم خواجگان، محفل نعت، گیارہویں شریف، سیرتِ نبوی کے جلسے، لوگوں کے دل جاری کرنے کے فراڈی اجتماع اور اگر زیادہ ہی اپنے آپ کو نیک تصور کرانے اور باعمل کہلانے کیلئے شوق ہوا تو جیب میں مسواک، ہاتھ میں لوٹا، سر پر بستر ا اُٹھا کر چل دیا۔ یہ کون ہے؟ جناب والا مبلغ ہے، تبلیغ کو جا رہا ہے۔ یہ کون ہے؟ پیر طریقت ہے، صوفی باصفا ہے۔ بہت اچھا! تو اس کا کاروبار کیا ہے؟ جناب کاروبار تو کوئی نہیں۔ یہ تو اللہ والا ہے۔ ان کا کام لوگوں کو مرید کرنا ہے اور چھوٹے چھوٹے بچوں کو خلافتیں بھی تقسیم کرتے ہیں اور یہ پیر طریقت دِلوں کو بھی جاری کرتے ہیں۔ دل ایسے جاری ہوتے ہیں کہ حالتِ نماز میں بھی طرح طرح کی چیخیں اور ناچنا کودنا اور بائیں بازو کو نماز کی ہی حالت میں ہلاتے رہنا تا کہ لوگ سمجھیں کہ یہ بہت بڑے پیر ہیں۔ ان کا دل جاری ہو چکا ہے۔ اللہ اللہ! یہ نئی نئی رسمیں نہ معلوم کہاں سے لے آئے؟ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے لوگوں کے دِلوں کی چابی ان ہی لوگوں کے پاس ہے۔ چاہیں تو جاری کر دیں اور جب چاہیں تو بند کر دیں یعنی جوان کے حلقہ ہائے عمل میں آ گیا اس کا دل جاری ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ایسے پیروں سے مسلمانوں کو بچائے۔ یہ لوگ دنیا دار چاہتے ہیں کہ جو کچھ ہم کریں، عین ہو یا غبن ہو، دنیا داری ہو یا دین داری' گو کچھ بھی ہو سب ٹھیک، کوئی ہمیں پوچھنے والا نہ ہو، ان لوگوں نے اپنے دھندوں کے اڈے کھول رکھے ہیں اور مختلف ذرائع سے اُمتِ مسلمہ کو گمراہ کرنے کا ٹھیکہ اُٹھا رکھا ہے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ اپنی نمائش کے طور پر شہر کے مختلف چوراہوں، گلیوں، بازاروں اور محلوں کی مشہور جگہوں پر بورڈ نصب کئے جا رہے ہیں جن پر دل کی تصویر اور مختلف قسم کی تحریریں اور نیچے تیر کا نشان جوان کی کمین گاہ کی طرف جانے کا اِشارہ کرتا ہے۔ دراصل یہ اہلسنّت کے لوگ نہیں اور نہ ہی ایسی خرافات کی اہلسنّت کے عقائد میں گنجائش ہے۔ ہمارے اولیاء کرام بزرگان دین کے نقش قدم آج بھی مشعل راہ ہیں اور وہ پاکیزہ ہستیاں ایسی خرافات سے کوسوں دُور تھیں۔ ان بزرگان دین نے اُمتِ مسلمہ کو الگ الگ گروہوں میں تقسیم نہیں کیا۔

عزیزانِ گرامی! اگر ہم فکرِ جنگِ بدر سے سوال کریں تو معلوم ہوگا کہ ان رسموں کے علاوہ بھی شرعی احکامات ہیں جو ہم پر فرض کیے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں تعلیم فرمائے ہیں اور اگر ہم ان پر عمل نہیں کریں گے تو ہمارا انجام بھی وہ ہوسکتا ہے جو آج سعودی عرب کی نوجوان نسل کا ہو رہا ہے۔ جن کا مقدر یہ بن گیا ہے کہ یہودیوں کے ہاتھوں ذلیل وخوار اور بے آبرو ہو رہے ہیں۔ کیا عرب میں مساجد نہیں؟ اور اگر مساجد ہیں تو ان میں نمازیں نہیں پڑھی جاتیں؟ اور اگر نمازیں پڑھی جاتی ہیں تو ہماری بہ نسبت سعودی عرب میں مساجد میں نمازی کم ہوتے ہیں بلکہ باجماعت نمازیں ہوتی ہیں اور عرب میں تو یہ قانون ہے کہ اگر اذان ہوجائے اور کوئی شخص دوکان پر بیٹھا رہے، اس کو جرمانے کے علاوہ سزا بھی دی جاتی ہے۔ اتنے اہتمام کے ساتھ وہاں نمازیں ہوتی ہیں، زکوٰتیں بھی ادا کی جاتی ہیں، روزے بھی رکھے جاتے ہیں اور حج بھی ہوتا ہے۔ مگر ان ساری باتوں کے باوجود اُمت اس مقام تک جا پہنچی ہے کہ کعبہ شریف کی حفاظت کیلئے کعبہ کے ازلی دشمن بلالئے گئے یعنی حرمین شریفین کی حفاظت کیلئے دین اسلام کے ازلی دشمن، یہود ونصاریٰ کو مدد کیلئے پکارا گیا یعنی اس طرح اسلام کی عزت کو تار تار کردیا گیا کہ اس پاک زمین پر شرابیں پی گئیں، خنزیر کھائے گئے، نہ جانے ان بدکاروں نے کتنی بدکاریاں کیں۔
آپ اندازہ لگائیں کہ چندرہ سو سال کے بعد آج بھی مقدس ومطہر سرزمین پر یہود ونصاریٰ کے ناپاک قدم جا پہنچے ہیں یعنی

پاسباں لینے پڑے کعبہ کو صنم خانے سے

آخر اس کا سبب کیا ہے؟ یہ اُمتِ مسلمہ اس انجام تک کیسے پہنچی؟ اس وجہ سے کہ ہم نے نیکی اور بدی کے مابین سمجھوتہ کرلیا۔ اپنی زندگی کا تھوڑا سا حصہ دین کیلئے چھوڑ دیا بقیہ سارا دنیا کے سپرد کردیا۔ دین کو سکیڑ کو صرف مسجدوں کی چار دیواروں اور بعض چند رسوم کی حد تک محدود کردیا اور اسمبلیاں غیروں کیلئے چھوڑ دیں۔ ایوان غیروں کے حوالے، پورے کا پورا نظامِ دفتر ان کے سپرد کردیا جن پر دین کی چھاپ نہیں۔ معاشرتی زندگی پوری کی پوری اور کاروبار تجارت اس نظام کے تحت کردیا' جن کا چلن سارے کا سارا احرام پر منحصر ہے، ناانصافی سے عبارت ہے ظلم پر مبنی ہے۔ اقبال نے کیا اچھا فرمایا تھا ؎

ملا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت نادان یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

جنگ بدر کا آفاقی ضابطہ

ارشادِ باری تعالیٰ ہوا یاایھا الذین امنوا من یرتد منکم عن دینہ اس آیتِ کریمہ میں دین سے مراد محض روزے، نماز، حج، شب بیداری والا دین مراد نہیں۔ فقط مذہبی رسوم و رواج سے عبارت دین نہیں ہے۔ بلکہ وہ عہد اور پیمان ہے جو ہم نے ہادیٔ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے باندھ رکھا ہے کہ اے الہ العالمین اس دین پر ہم ایمان لائے اور اسے زمین پر نافذ بھی کریں گے۔ اپنی زندگی میں نافذ اور رائج بھی کرینگے۔ اپنی پوری زندگی اس کے تابع کر دینگے۔ اگر فقط کلمہ پڑھنے، اپنی اپنی نمازیں ادا کرنے، روزے، حج، زکوٰۃ کی ادائیگی، پیری مریدی یا حجرے میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرنے سے دین کا فریضہ ادا ہو جاتا تو والیٔ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی بھی مکہ چھوڑ کر مدینہ مبارک ہجرت نہ فرماتے، بدرو اُحد کے غزوات کبھی بپا نہ ہوتے، خندق و حنین کے معرکہ اور طائف کے واقعے پیش نہ آتے۔ جسدِ اقدس لہولہان کرانے کی نوبتیں نہ آتیں۔ دندان مبارک شہید کرانے کے مواقع نہ آتے۔ قریش مکہ کے ساتھ یہ سمجھوتہ بھی ہوسکتا تھا کہ ہم تمہارے نظام کو نہیں چھیڑتے، تم ہمارے مذہب کو نہ چھیڑو' کیا دشواری تھی؟ سلطنت، حکومت، اقتدار، معیشت کا سارا کاروبار، سرداری اور حکمرانی سب تمہارے پاس رہے۔ ہمیں صرف کعبہ میں پانچ نمازیں پڑھنے کیلئے اجازت دے دو' تمہارا کیا بگڑتا ہے؟ ہم پانچ وقت اذان پڑھ کر نماز ادا کرنے کے بعد چند منٹ نعت خوانی اور کوئی دس منٹ لوگوں کا دل جاری کرنے کیلئے رسمی طور پر اللہ اللہ بھی کرلیں گے اور جب رمضان شریف آیگا روزے رکھ لیں گے خود ہی سحری کرنا، خود ہی افطاری، خود ہی دن بھر بھوکے رہنا۔ دوستو! آپ خود بتاؤ کہ کافروں کا اس میں کیا بگڑتا تھا؟ وہ کہہ سکتے تھے کہ ٹھیک ہے اگر اتنا ہی مسئلہ ہے اور یہی تمہارا دین ہے تو ہمیں کوئی تکلیف نہیں۔ ذوالحج آئے تو حج کرلینا، حجر اسود کے بوسے لے لینا، رجب کے مہینے میں زکوٰۃ ادا کرلینا، ہاتھ میں تسبیح، لوٹا اور مصلی لے کر گھومتے پھرنا۔ بھلا اس سے کفار کو کیا تکلیف تھی؟ اگر دین صرف زندگی میں ان چند باتوں پر عمل کر لینے کا نام ہوتا، باقی کفار کے کفری اور باطل نظام کے بدلنے سے دین اسلام کو کوئی سروکار نہ ہوتا تو ہم سمجھتے ہیں کہ سب سے پہلے اسی باطل نظام کے ساتھ سمجھوتہ مکہ مکرمہ کی سرزمین پر کیا گیا ہوتا۔ کافر مسلمانوں کیساتھ ٹکر نہ لیتے، جنگیں نہ ہوتیں، معرکے نہ ہوتے، والیٔ دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پتھر نہ برسائے جاتے اور آپ کو تین سال تک مع اہل وعیال شعب ابی طالب کے گھر میں مقید نہ کر دیا جاتا۔ محاصرے، ہجرت کی نوبتیں نہ آتیں۔ آخر وہ کیا چیز تھی جس نے اس حد تک کفار کو جارحیت پر مجبور کر دیا تھا، پھر ہجرت کا ایک سال گزرتا ہے۔ کفار اس نظام مصطفیٰ کی نورانی تحریک کو دبانے کیلئے مدینہ منورہ پر حملہ کرتے ہیں اور دو جہانوں کے پیر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہر سے اسّی میل باہر نکل کر دفاع فرماتے ہیں۔ باقاعدہ جنگ ہوتی رہے اور جب اگلا سال آتا ہے، کفار پھر بھرپور تیاری کے ساتھ آتے ہیں۔ پہلی جنگ تو مدینہ منورہ سے اسّی میل باہر جاکر لڑی گئی مگر دوسری جنگ شہر سے صرف دو میل' اُحد کے مقام پر لڑی جاتی ہے۔ دشمن مسلسل اپنا دباؤ بڑھا رہا ہے۔

آخر وہ کیا چیز ہے جو دشمن کو چین سے نہیں بیٹھنے دیتی؟ ڈھائی تین سو میل کا فاصلہ ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ چھوڑ کر مدینہ چلے گئے ہیں۔ اب جو کچھ کرنا ہے وہاں کر رہے ہیں مکہ کے کفار کو کیا تکلیف ہے؟ اگر وہ دین اس سرزمین کے نظام کو بدلنا نہیں چاہتا تھا اور اس مقصد کیلئے کفار کی طاغوتی طاقت کے خلاف سیاسی ٹکر نہیں لینا چاہتا تھا۔ باطل نظام کا تختہ اُلٹ کر نظامِ مصطفیٰ کا جھنڈا نہیں لہرانا چاہتا تھا تو تین سو میل دُور بیٹھے ہوئے کفار مکہ کے بڑے بڑے سرداروں، وڈیروں، سرمایہ داروں کو آخر کیا چیز پریشان کر رہی تھی؟

دوستو! کافر سمجھتے تھے کہ تاجدارِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو دین لے کر آئے ہیں وہ دین صرف پیری مریدی کا دین نہیں، حجروں میں بیٹھ کر تسبیح رولنے کا دین نہیں، وہ دین مسجد کی چار دیواری میں بیٹھ کر چند اسلامی رسومات کے ادا کرنے کا نام نہیں، حلال وحرام کے ضابطے بتانے والا ہی دین نہیں۔ بلکہ حکمرانی کے بھی ضابطے بدلنے والا دین ہے، یہ دین معاشرے کا چلن بدلنا چاہتا ہے، اقتدار وحکمرانی کے اصول بدلنا چاہتا ہے اور اگر اس نظامِ مصطفیٰ کی نورانی تحریک کو استحکام نصیب ہو جاتا ہے۔ اگر یہ روحانی تحریک کامیابی سے ہمکنار ہو جاتی ہے تو پھر مدینہ منورہ ہی اسلامی ریاست نہیں بنے گی بلکہ اس وجدانی تحریک کی زد میں سرزمین مکہ تو کیا پورا صحرائے عرب آسکتا ہے۔ پھر کیا ہوگا بت پرستی کی جہالتیں ہی ختم نہیں ہوں گی بلکہ قریش کی سرداریاں بھی جاتی رہیں گی، ان کی جاگیرداریاں، ان کا سیاسی تسلط بھی ٹوٹ جائیگا۔ اس تصور اور خدشے نے ان کی نیندیں حرام کردی ہیں اور وہ اسلام کے مرکز پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ دوسرا حملہ اُحد کے مقام پر آ کر کیا تھا۔ تو اب شہر مدینہ پر چڑھائی کرتے ہیں۔ آپ اندازہ لگائیں کہ گھیرا اتنا تنگ کیا جا رہا ہے کہ جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا لیکن قربان جائیں مکی اور مدنی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور شمع رسالت کے پروانوں کے حوصلوں پر کہ جب سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں گھر بار، بیوی بچے، خویش واقرباء چھوڑ کر مدینہ لے جا رہے تھے۔ تو اس وقت بھی کسی ایک شمع رسالت کے پروانے نے نہیں کہا کہ ہم سے گھر بار، بیوی بچے اور وطن کیوں چھڑوایا جا رہا ہے؟ اور کسی نے نہیں کہا کہ آقا! اللہ تعالیٰ کی مدد کب آئے گی؟ اور نہ ہی ان میں سے کسی صحابیِ رسول نے یہ کہا کہ دین کے نام پر سیاست کی جا رہی ہے۔ اللہ اللہ! قربان جائیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت پر کہ حکم ملتے ہی عمل جاری ہے۔

غلامانِ محمد ﷺ جان دینے سے نہیں ڈرتے
یہ سر کٹ جائے یا رہ جائے کوئی پرواہ نہیں کرتے

جنگ احزاب کا منظر چشم تصور میں لایئے کہ خود سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاقے میں ہیں اور پیٹ پر پتھر بندھے ہیں اور ہاتھ میں کدال ہے اور خندق کھود رہے ہیں۔ شمع رسالت کے پروانے بھی خندق کھودنے میں مصروف ہیں۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ مرکز اسلام کا دفاع ہو رہا ہے اور اسی حالت میں مدنی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نمازِ عصر بھی قضا ہو جاتی ہے اور فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کافروں کو برباد کرے جن کی وجہ سے نمازِ عصر قضا ہوئی اور کسی صحابی نے اُٹھ کر یہ نہیں کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دارارقم والا دین ہی اچھا تھا، جس میں کوئی جھگڑا، عداوتیں اور لڑائیاں اور دشمنیاں نہیں تھیں اور آقا! وہی سماں اچھا تھا کہ اندر بیٹھ کر میٹھی میٹھی باتیں ہوتی تھیں اور تزکیہ نفس، روحانی لذت اور کیف کی باتیں ہوتی تھیں۔ اب تو ہر وقت نیزوں، بھالوں، تلواروں کی جھنکاریں ہیں، معرکے ہیں، جنگیں تصادم ہو رہے ہیں۔ ہر دو چار روز کے بعد ندا آتی ہے "تلواریں اُٹھاؤ" جہاد پر چلنا ہے۔ الغرض جنگیں، تصادم، قربانیاں، فاقوں کی صعوبتیں ہیں لیکن دینِ اسلام مسلسل آگے بڑھتا جا رہا ہے اور یہ روحانی قافلہ اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ ھو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق ایظهره علی الدین کله کی عملی جدوجہد جاری ہے۔ کیونکہ آپ کو بھیجا ہی اس لئے گیا ہے کہ آپ باطل طاغوتی نظام کے اقتدار کے ایوانوں کو زمین بوس کر کے نظامِ مصطفیٰ کو نافذ کریں۔ آپ کو صرف اس لئے نہیں بھیجا گیا کہ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں میں تسبیحیں تھما دیں اور انہیں نماز، روزے، حج، زکوٰۃ کا پابند بنا دیں، حلال و حرام کے درمیان فرق سمجھا دیں۔ نہیں! بلکہ اسلئے بھی کہ سب باطل نظاموں پر اللہ تعالیٰ کے نظامِ حاکمیت کا جھنڈا لہرا دیں۔ ان کی پوری زندگی کا نظامِ باطل کی گرفت سے نکال کر اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کی حکمرانی میں لے آئیں۔ ولو کره الکافرون اگرچہ کفار اسے ناپسند ہی کیوں نہ کرتے رہیں۔ بہر حال جنگیں، معرکے اور تصادم جاری ہیں اور پھر وہ وقت بھی آیا کہ جب سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور شمع رسالت کے پروانوں کو کعبہ دیکھے چھ سال گزر گئے۔ ایمان والو آپ خود ہی اندازہ کیجئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کعبہ کے فراق پر کیا گزرتی ہوگی۔ وہ کعبہ جو صحابہ کرام کو اپنی جانوں سے بڑھ کر محبوب تھا، جسے تکتے رہنا ان کی عبادت تھی، آج طواف کی اجازت نہیں، حجرِ اسود کو بوسہ دے نہیں سکتے۔ ارے وہ دن بھی تو آجائے کہ جب ہم کعبہ کو دیکھیں اور اپنی آنکھوں کی پیاس بجھائیں۔ لیکن دوستو! شمع رسالت کے پروانوں کی نظروں میں دینِ اسلام کا تصور ہی کچھ اور تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ دین ایک رسم نہیں، بلکہ ایک مقصد ہے۔ یہ دین محض پوجا پاٹ کا نام نہیں بلکہ ایک انقلابی جدوجہد ہے، ایک منزل ہے، ایک سعی پیہم کا نام ہے، حق و باطل میں معرکہ آرائی سے عبارت ہے، خیر و شر کی جنگ کا نام دین ہے۔ بالآخر حق کو فتح اور باطل کو شکست ہے۔ بہر حال جنگیں ہوئیں، غزوات ہوئے، تصادم اور قربانیاں ہوئیں، شہادتیں ہوئیں۔ پھر جا کر فتح مکہ کا وہ سہانا دن آیا جب فتح کا جھنڈا امام الانبیاء، حبیبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ میں تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زبانوں پر نعرہ تکبیر اور نعرہ رسالت کی گونج تھی۔ آپ فاتحانہ شان کے ساتھ جھومتے ہوئے

اس وادیٔ مقدس میں داخل ہوئے جہاں آٹھ سال قبل آپ اور آپ کے صحابہ ہجرت کرنے پر مجبور کیے گئے۔ آج اُسی شہر میں سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاتح بن کر آ رہے ہیں۔ اب کیا تھا' کفارِ مکہ کے وڈیروں، جاگیرداروں کے سر جھک گئے۔ وہ سمجھتے تھے کہ اب مسلمانوں کی تلواریں ہم پر چلیں گے، اب ہمارے سر قلم کیے جائیں گے، گردنیں کٹیں گی اور آج ہم سے اکیس سال کے ظلم وستم، جبر وتشدد کا بدلہ لیا جائے گا۔ لیکن قربان جائیں رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کہ اپنے خون کے پیاسوں کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا..... آج کے دن تم پر کوئی گرفت نہیں جاؤ تم آزاد ہو۔

سرکارِ دو عالم سرورِ دیں کس پہ وہ کرم فرماتے نہیں
اپنے تو پھر بھی اپنے ہیں وہ تو غیر کا دل بھی دکھاتے نہیں

عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مدنی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تفریق کبھی نہ کی تھی کہ یہ دین ہے اور یہ دنیا! مسجد کی چار دیواری تک دین باقی دنیا۔ دوستو! آج اگر ہم چاہتے ہیں کہ دین اسلام پھر سے زندہ ہو جائے، اُمتِ مسلمہ کے احوال بدل جائیں اور ہمیں پھر وہی وقار مل جائے، دین کی اقامت اور اس کا نفاذ عمل میں آجائے، ہمارے مقدر بدل جائیں، نظامِ مصطفیٰ کا نور مشرق سے مغرب تک پھیل جائے، ہماری تقدیریں بدل جائیں، ظلم کا استحصال اور طاغوتی و باطل اقتدار کی کالی گھٹائیں رات ورات رُخصت ہو جائیں اور انقلابِ نظامِ مصطفیٰ کا سورج طلوع ہو جائے۔ تو ہمیں یہ خود ساختہ تفریق کو ختم کرنا ہوگا۔ رسمی دین کا لیبل اُتار کر مدنی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور شمع رسالت کے پروانوں جیسا دین، قربانیوں والا دین، انقلاب والا دین، مشکلات والا دین، تو اس کی تکلیفوں کو گلے لگانا ہوگا۔ اس کے نام پر گردن کٹانا ہوگی، جو اصل زندگی ہے۔ یہی تو حاصل دین ہے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مکہ سے مدینہ اور پھر مدینہ سے مکہ والے سفر پر نظر رکھو، نگاہوں میں وہی دن اور وہی راتیں رکھو۔ وہ ہجرت والی رات اور تین راتیں غارِ ثور میں قیام کرنا نظروں میں رکھو۔ دندان مبارک کا شہید ہونا نظروں میں رکھو۔ پھر حدیبیہ کی آزمائش نظروں میں رکھو۔ بالآخر آٹھ ہجری میں فاتحانہ شان سے پلٹ کر مکہ میں آنا نظروں میں رکھو اور پھر اپنا حساب لینا بھی سیکھو ان کا دین بھی دیکھو اور اپنا وہ دین جس پر آپ بڑے فخر سے کہتے ہو.........................

رمضان المبارک کی سترہ تاریخ بروز جمعۃ المبارک ہونے والی جنگِ بدر کو بھی پڑھ لو، آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تین سو تیرہ شمع رسالت کے پروانوں کو بھی دیکھ لو، تاجدارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا میدانِ بدر میں نزول فرمانا اور شبِ بیداری بھی دیکھ لو، میدانِ جنگ میں لرزہ خیز اور ولولہ انگیز وعظ فرمانا اور مجاہدین کی رگوں میں خون کا جوش مارنا بھی دیکھ لو، غیب کی خبریں بتانے والے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھوں میں چھڑی ہے اور کافروں کی قتل گاہوں پر پہلے سے ہی نشانی لگانا بھی دیکھ لو اور جب رات ہوتی ہے تو ساری دنیا سو جاتی ہے مگر پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سجدے میں سر اقدس رکھ کر اس طرح دعا کرتے ہیں۔

اگر اغیار نے ان کو جہاں سے محو کر ڈالا　　قیامت تک نہیں پھر کوئی تجھ کو پوجنے والا

بہرحال دعائے حبیب قبول ہوتی ہے، جنگِ بدر میں عاشقانِ رسول کی مدد کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کو بھیجا، پہلے ایک ہزار، پھر تین ہزار اس کے بعد پانچ ہزار، اس طرح مقام مصطفیٰ کا تحفظ فرمایا گیا اور پھر ارشادِ باری تعالیٰ ہوا ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ یہ رمضان المبارک کا دوسرا عشرہ ہے جس میں تمام صغیرہ گناہوں کی معافی ہے۔ جو جہنم سے آزادی اور جنت میں داخلے کا سبب ہے۔ اس عشرۂ مغفرت کی بدولت ہماری بخشش ہو سکتی ہے، ہم نیکیوں سے مالا مال ہو سکتے ہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ ہم فکر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور عشق صحابہ رضی اللہ عنہم کی منزل اختیار کریں، ورنہ تو ہماری شب بیداریاں اور اس میں چیخ و پکار اور لمبی لمبی دعائیں رسم ہی کے طور پر ہیں۔ کسی نے کتنا سچ فرمایا ہے ؎

رہ گئی رسم اذان، روح بلالی نہ رہی　　فلسفہ رہ گیا، تلقین غزالی نہ رہی

بہرحال فلسفۂ جنگ بدر نے ہمیں یہ سبق دیا کہ ابھی وقت ہے ہمیں دین اسلام کی بقا کیلئے ایک اور نیک ہو کر اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہونا چاہئے۔ ورنہ

نہ سمجھوگے تو مٹ جاؤگے اے مسلمانوں
تمہاری داستاں باقی نہ رہے گی دنیا کی داستانوں میں

لیلۃُ القدر دراصل جشنِ نزولِ قرآن ہے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے، **شهر رمضان الذی انزل فيه القرآن** کہ رمضان کا وہ مہینہ ہے جس میں قرآن اُترا۔

اور فرمایا، **انا انزلنه فی ليلة القدر** ہم نے قرآن شبِ قدر میں اُتارا۔

دوستو! رمضان المبارک بڑی شان والا اور بڑی عزت والا مہینہ ہے۔ اس ماہِ مقدس میں ہر دن اور ہر وقت عبادتِ الٰہی ہوتی رہتی ہے۔ روزہ عبادت، افطار عبادت، تراویح کا انتظار عبادت، تراویح پڑھ کر سحری کے انتظار میں سونا عبادت، سحری کھانا عبادت، تلاوت قرآن عبادت، اعتکاف عبادت۔ غرضیکہ ہر آن میں خدا تعالیٰ کی شان نظر آتی ہے۔ دوستو! رمضان ایک بھٹی ہے' آپکو معلوم ہے کہ بھٹی گندے لوہے کو صاف' اور صاف لوہے کو مشین کا پرزہ بنا کر قیمتی کر دیتی ہے اور سونے کو زیور بنا کر محبوب کے استعمال کے لائق کر دیتی ہے۔ ایسے ہی ماہِ رمضان گناہ گاروں کو گناہوں سے پاک کر دیتا ہے اور نیکوکاروں کے درجے بڑھا دیتا ہے۔

ماہِ صیام میں نفل کا ثواب فرض کے برابر اور فرض کا ثواب ستر گنا بڑھ جاتا ہے اس ماہِ مقدس میں مرنے والے سے قبر کے سوالات نہیں ہوتے اور اس ماہِ مقدس میں اِبلیس کو قید کر دیا جاتا ہے اور دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور جنت آراستہ کی جاتی ہے اس کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اس لئے رمضان میں نیکیوں کی زیادتی اور گناہوں کی کمی ہوتی ہے اور اس ماہِ مقدس میں کھانے پینے کا حساب نہیں اور یومِ قیامت رمضان اور قرآن' روزہ داروں کی شفاعت کریں گے۔ ماہِ رمضان کہے گا کہ اے مولا! میں نے اس بندے کو دن میں کھانے پینے سے روکا تھا اور قرآن کہے گا، میں نے اس تیرے بندے کو رات کو سونے سے روکا تھا، یہ پوری پوری رات نورانی شبینہ اور تراویح میں قرآنِ پاک کی تلاوت سنتا اور پڑھتا رہتا تھا۔ جب ماہِ رمضان سے سوال کیا گیا کہ اے رمضان کے مقدس اور بڑی شان والے مہینے کیا تو بتا سکتا ہے کہ تجھے یہ عظمت اور عزت کس وجہ سے ملی ہے؟ کیا وجہ ہے کہ تیری ہر آن اپنے اندر کریمانہ شان رکھتی ہے۔ گناہ گاروں کی بخشش کا سامان اور نیکوکاروں کی ترقیٔ درجات کا سبب بن گئی۔ اے ماہِ صیام یہ اسرار و رموز تجھے کیسے مل گئے کہ تیری ہر آن رحمتوں کی فصل بہار بن گئی، تیری ہر گھڑی میں سلطان رحمت کی بارگاہِ اقدس کے نورانی دروازے کھل گئی۔ ماہِ صیام نے جواب دیا، **شهر رمضان الذی انزله فيه القرآن** ...... اے سوال کرنے والے کیا تجھے معلوم نہیں کہ میری آغوش میں قرآن اُترا، اور جس شب میں قرآن اترا وہ شب لیلۃ القدر بن گئی۔

انا انزلنه فی ليلة القدر ...... میری آغوش میں کلامِ الٰہی کا نزول ہونا تھا کہ قرآن پاک کے فیضان سے۔

میری ہر آن باعث رحمت بن گئی ‏ ‏ ‏ میری ہر گھڑی باعث مغفرت بن گئی

میری ہر رات باعث بخشش بن گئی ‏ ‏ ‏ میرا ہر دن باعث عظمت بن گیا

دوستو! معلوم ہوا کسی جگہ اور کسی وقت کو اگر کسی عظمت والی چیز سے نسبت ہو جائے تو وہ جگہ اور وہ وقت بھی باعثِ عظمت اور باعثِ عزت بن جاتا ہے۔ قرآن کریم کتنا فیاض ہے کہ جس ماہِ مقدس میں تشریف لایا ہے اس ماہِ مبارک کی ہر گھڑی کو باعثِ برکت بنادیا۔ قرآن کریم کی فیاضی کا اندازہ آپ اسی سے لگاسکتے ہیں کہ جس رات قرآن کریم کا نزول ہوا وہ رات اپنی فیاضی میں آخری سرحدوں کو پہنچ گئی اب اس رات کے مجاہدوں پر غروبِ آفتاب سے سپیدہ سحر تک نور برستا رہتا ہے اور رحمتیں ہزار گنا بڑھ جاتی ہیں۔ بس پھر کیا کہ اسی رات کا نورانی اور روحانی منظر دیکھنے کیلئے آسمانوں سے فرشتے قطار در قطار اُترتے ہیں اور جب ان فرشتوں کی نگاہیں غلامانِ مصطفیٰ کی عبادتوں اور ریاضتوں کے جلال پر پڑتی ہیں تو ان نورانی فرشتوں کے برسوں کے مان ٹوٹ جاتے ہیں اور اپنی عبادتوں پر ناز کرنے والے قدسیوں کو اس رات کے عابدوں پر سلام بھیجنا پڑتا ہے۔

آج اُترے فرشتے بنا ٹولیاں — بھرلو بھرلو کرم سے سبھی جھولیاں
آج کی شب کا صدقہ خدا کی قسم — سارے عالم کی یارو بنی بات ہے

رمضان المبارک کو عظمت ملی تو قرآن کے صدقے
رمضان المبارک کو عزت ملی تو قرآن کے صدقے
رمضان المبارک کی شب لیلۃ القدر بنی تو نزول قرآن کے صدقے
شب قدر کو مرتبہ ملا تو قرآن کے صدقے

لیلۃ القدر کیا ہے؟

وہ شب قدر جسے اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر کے نورانی اور روحانی خطاب سے سرفراز فرمایا، وہ لیلۃ القدر جو قرآن مجید کو اپنی حسین و جمیل آغوش میں لے کر نازل ہوئی، وہ لیلۃ القدر جو گناہ گاروں کو نجات اور مغفرت کا مژدہ سناتی ہے، وہ لیلۃ القدر جس کے ماہ کامل کی گواہی میں انسانوں کی قسمت کے فیصلے ہوتے ہیں، وہ لیلۃ القدر جس کے نازک پردے میں ستارالعیوب شرم عصیاں کی لاج رکھتا ہے، وہ لیلۃ القدر جس کی پنہائیوں میں رحمتِ الٰہی اپنے سائلوں کو تلاش کرتی ہے، وہ لیلۃ القدر جس میں فرشتے عابدوں کو سلام کرتے ہیں، وہ لیلۃ القدر جس میں فرشتوں کی کثرت کی وجہ سے زمین کی وسعت تنگ ہو جاتی ہے، وہ لیلۃ القدر جو ہزار مہینوں کی عبادات سے افضل و اعلیٰ ہے، وہ لیلۃ القدر جس میں بے شمار فرشتوں کی قیادت کرتے ہوئے روح الامین بھی نازل ہوتے ہیں۔

آج اُترے زمین پر ہیں جبریل بھی — حکم خالق کی ہوتی ہے تکمیل بھی
کس قدر ہے یہ ناصر کرم کی گھڑی — سب کی روح الامین سے ملاقات ہے

وہ لیلۃ القدر جس میں جبریل امین فرشتوں کے جلوس میں چار نورانی جھنڈے لے کر اُترے ہیں اور پہلا جھنڈا کعبہ شریف پر، دوسرا گنبدِ خضریٰ پر، تیسرا بیت المقدس پر، اور چوتھا طورِ سینا پر نصب کرتے ہیں۔

وہ لیلۃ القدر جس مین فرشتے ہر مومن کے گھر تشریف لا کر ان سے مصافحہ و معانقہ کرتے ہیں، وہ لیلۃ القدر جس میں فرشتے شب بیداری کرنے والوں کو نجات و مغفرت کا مژدہ سناتے ہیں، وہ لیلۃ القدر جس میں طلوعِ فجر تک اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات کی بارش ہوتی ہے، وہ لیلۃ القدر جو افعال و اعمال کے احتساب کی رات ہے، وہ لیلۃ القدر جس میں اپنے اعمال و حالات و کوائف کا سچے دل سے جائزہ لیا جاتا ہے، وہ لیلۃ القدر جس میں ہر مسلمان اپنے گناہوں پر ندامت کے آنسو بہانے کے بعد قبولیت کی توقعات رکھتا ہے، وہ لیلۃ القدر جو **التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ** کا نورانی پیغام لاتی ہے۔ تو جب لیلۃ القدر اتنی شان و شوکت، عظمت و جلالت کی رات ہے، تو پھر کیوں نہ ہر گناہ گار یہ کہے ؎

رحمت دا دریا الٰہی ہر دم وگدا تیرا — جے اک قطرہ بخشیں مینوں تے کم بن جاندا میرا

یہ نورانی آواز سن کر ایک اور عاشق نے اپنے ستارالعیوب کو پکارا ؎

در سے تیرے کوئی گدا خالی کبھی نہیں پھرا — میری طرف بھی اے کریم دست کرم دراز ہو

لیلۃ القدر اور طریقۂ عبادت

پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے شبِ قدر میں ایمان کے ساتھ اجر وثواب کی نیت سے قیام کیا اس کے پچھلے گناہوں کو معاف کردیا جاتا ہے۔ (صحیح بخاری، ج ا ص ۲۷۰)

اس حدیث کی روشنی میں لیلۃ القدر کی اصل عبادت قیام نماز ہے۔اس لئے اس رات زیادہ نوافل پڑھنے چاہئیں اور توبہ واستغفار میں کوشش کرنی چاہئے۔ بندہ خضوع وخشوع اور سوز وگداز سے نماز پڑھے۔اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے مقابلے میں اپنی کوتاہیوں، تقصیروں اور گناہوں کو یاد کرکے روئے اور گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگے اور بار بار استغفار کرے۔

امام ابواللیث فرماتے ہیں کہ لیلۃ القدر کی کم ازکم دو رکعت ہے اور زیادہ سے زیادہ ہزار رکعات ہیں اور متوسط سو رکعات اور ہر رکعت میں متوسط قرآن یہ ہے کہ سورہ فاتحہ کے بعد سو مرتبہ انا انزلنٰہ فی لیلۃ القدر کی تلاوت کرے۔اسکے بعد تین سو بار سورۂ اخلاص شریف یعنی قل ھو اللہ احد کی تلاوت کرے پھر دو رکعات کے بعد سلام پھیر دے اور دُرود شریف پڑھ کر دوسرے دوگانے کیلئے اُٹھے۔ بس اسی طرح جتنے نوافل چاہے پڑھے اور اگر ہمت ہو تو اس نورانی اور روحانی رات کے جلوؤں میں صلوٰۃ التسبیح بھی پڑھے۔

شبِ قدر میں عبادت کا ثواب ہزار ماہ کی عبادتوں سے زیادہ دیا جاتا ہے اس سلسلہ میں یہ سوال ہوسکتا ہے کہ کیا اس ایک رات میں عبادت کرنے کے بعد انسان ایک ہزار ماہ کی عبادتوں سے آزاد ہوجاتا ہے؟ اور اسی طرح یہ بھی سوال ہوسکتا ہے کہ ایک نماز کا ثواب دس نمازوں کے برابر ہے اور کعبہ میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے تو کیا کعبہ میں ایک نماز پڑھنے سے کم ازکم ایک لاکھ نمازیں انسان سے ساقط ہوجاتی ہیں؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ شبِ قدر کی عبادات نفلی ہیں اور ہزار ماہ کے جو فرائض اور واجبات ہیں' یہ نفلی عبادات ان کے قائم مقام نہیں ہوسکتیں۔ ہاں یہ کہ ایک فرض کا ثواب اس فرض کی دس مثلوں کے برابر ہوتا ہے، یا کعبہ کی ایک نماز ایک لاکھ نمازوں کے مساوی ہوتی ہیں۔اس کا جواب یہ ہے کہ انسان اس فرض کے ادا کرنے کا مکلف ہے جو دس مثلوں کے یا ایک لاکھ مثلوں کے مساوی ہے ان مثلوں میں سے کوئی ایک مثل اس فرض کے مساوی نہیں جو دس لاکھ مثلوں کے برابر ہے لہٰذا ان مثلوں سے فرض کا ساقط ہونا نہیں۔ اس لئے ایک نماز پڑھ کر انسان دس نمازوں سے بری ہوسکتا ہے نہ شبِ قدر کی عبادات سے ہزار ماہ کی عبادات سے عہدہ برآں ہوسکتا ہے۔

نوید شب قدر عاصیوں کی معراج مغفرت ہے

قارئین کرام! گناہ انسان سے ہوجاتا ہے۔ لیکن پیمانِ وفا باندھنے کے بعد جفا' کچھ اور گراں گزرتی ہے۔ دین اسلام کا احرام باندھنے کے بعد ہواؤ ہوس کا طواف اطاعت خداوندی کے عہد کے بعد اتباع نفس اغیار کی بے گانگی کیلئے حجت اور اپنوں پر استہزا کا موجب بن جاتی ہے۔ کیا یہ حیرت کی انتہا نہیں؟ کیا یہ ناانصافی نہیں؟ کہ ہم نے ظلم کا یہ سلوک اُس ذاتِ اقدس کیساتھ روا رکھا ہے' جو ساری کائنات کا مالک و خالق ہے۔ یہاں اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

نفس یہ کیا ظلم ہے جب دیکھو تازہ جرم ہے — ناتواں کے سر پہ اتنا بوجھ بھاری واہ واہ
مجرموں کو ڈھونڈتی پھرتی ہے رحمت کی نگاہ — طالع برگشتہ تیری سازگاری واہ واہ

ارشادِ باری تعالیٰ ہوا: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے انکے نفوس اور اموال کو جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے۔ (پ۱۱۔توبہ۔ع۳)
مگر ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کوئی چیز فروخت کردی جائے اور سودا ہوجانے کے بعد فروخت کرنے والا یہ کہے کہ اس چیز پر میرا ہی قبضہ ہے اس چیز پر میرا ہی حق تصرف ہے۔ اگر ایسا ہو تو یقین سے بتاؤ کہ یہ خریدار کے ساتھ ناانصافی اور ظلم ہوگا یا نہیں؟

جب ہم نے یہ سودا اپنے مالکِ حقیقی سے کرلیا ہے تو یہ جان و مال اب ہمارے نہیں' اس پر ہمارا قبضہ اور حق تصرف نہیں اور اگر یہ سچی بات ہے تو مالکِ حقیقی سے ہماری' جان و مال کے سودا ہوجانے کے بعد ہماری جان و مال پر ہمارا حقِ تصرف نہیں' اس لئے ہمارا سونا اس مالک کے تابع، ہمارا جاگنا اس مالک کے تابع، ہمارا پینا اس مالک کے تابع، ہمارا کھانا اس مالک کے تابع، ہمارا لین دین اس مالک کے تابع، ہماری خرید و فروخت اس مالک کے تابع' غرضیکہ ہماری پوری زندگی اس مالکِ حقیقی کے تابع' کسی چیز کے ہم مالک نہیں' یہ تمام اُمور اب اس خالق و مالک کے تابع ہیں اور ہمارا کسی چیز پر کوئی اختیار نہیں مگر اس کے باوجود بھی ہم جان و مال پر اپنی مرضی سے تصرف کرتے رہیں اور مالکِ حقیقی کی مرضی کے خلاف ان امور میں ہم حاکم رہیں تو اس کے دو ہی مطلب سمجھ میں آتے ہیں نمبر(۱) کہ ہم نے اپنے خالق و مالک سے سودا کیا ہی نہیں (۲) یا پھر سودا کرنے کے بعد ہم اس کی ملک میں اس کی اجازت اور مرضی کے بغیر تصرف کررہے ہیں اور یہ کائنات میں بہت بڑا ظلم ہے' ناانصافی ہے۔

تو شبِ قدر نے پکارا! اے روز و شب معصیت کی تسبیح رولنے والو! اے پیمان وفا باندھنے کے بعد جفا کرنے والو! اے ہواؤ ہوس کا طواف کرنے والو! اے اطاعتِ خداوندی کے عہد کے بعد اتباع نفس اغیار کا موجب بننے والو! اے حق وفا کا دم بھرنے والو! ترجمہ: کیا ایمان والوں کیلئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل خدا تعالیٰ کی یاد کرنے کیلئے موم ہوجائیں۔ (پ۲۷۔رکوع۱۸) گناہوں پر عذاب دینے سے اسے کوئی خوشی نہیں ہوتی۔ جبھی تو فرماتا ہے ترجمہ: اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا، اگر تم اللہ کا شکر بجالاؤ اور سچے مسلمان ہوجاؤ۔ (پ۵۔آخری آیت)

اپنے اللہ کی سارے عبادت کرو — سب نوافل پڑھو اور تلاوت کرو
دامنِ مصطفیٰ کو سبھی تھام لو — ہے یہ جنت کا سامان اے مومنو

آج شب قدر گناہ گاروں کو آوازیں دے دے کر بلا رہی ہے کہ اے گناہ گارو! اگر تم سے معصیت سرزد ہوگئی ہے، اگر تم اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تو یہ ایسا داغ نہیں جو دھویا نہ جا سکے۔ چند ایک گناہوں کی بات نہیں، اگر تم گناہوں کے سمندر بھی لے کر آئے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا۔ اس لئے کہ

خدا کی رحمتیں لے کر ہے یہ ماہِ صیام آیا
نبی ﷺ پیارے کی اُمت کو ہے بخشش کا پیام آیا

کرم خداوندی کے بحرِ بے کراں کے سامنے ایک دل کی سیاہی کی کیا حقیقت ہے۔ پوری کائنات کی سیاہی بھی ہو تو دھل جائے گی۔ آؤ تو سہی! دیکھو رحمتِ الٰہی آغوش میں تمہیں لینے کیلئے کس طرح بے تاب ہے۔ ترجمہ: لوگو دوڑو، اپنے ربّ کریم کے عفو و کرم کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی پہنائی میں زمین و آسمان بھی سما سکتے ہیں۔ (پ ۷۔ رکوع ۵)

اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور بخشش حاصل کرنے کیلئے اس کی طرف رجوع کرنا ہے، اس بارگاہِ اقدس سے عفو و کرم کی بھیک لینے کیلئے اس کے نورانی دربار کا رُخ کرنا ہے، سدرہ پر تو ہم جا نہیں سکتے، عرش تک بھی ہماری رسائی نہیں، لامکان کی ہم طاقت نہیں رکھتے، اللہ تعالیٰ نے اپنا کریمانہ کرم یہ فرمایا کہ تم جا نہیں سکتے میں تو آ سکتا ہوں، رات کو پچھلے پہر جب ایک عالم نیند میں ڈوبا ہوتا ہے، تو وہ ذاتِ پاک آسمان پر متوجہ ہو کر صدا دیتا ہے کہ ہے کوئی سوالی میں اپنے محبوب کے صدقے اُس کی جھولیاں بھر دوں، لینے والے محوِ استراحت ہوتے ہیں اور دینے والا کریم اپنی بادشاہی کے نورانی خزانے عطا کرنے کیلئے آوازیں دیتا رہتا ہے مگر غافل بے درد ہے۔

رات پوے تے بے درداں نوں نیند پیاری آوے
تے درد منداں نوں یاد سجن دی ستیاں آن جگاوے

عموماً پیاسے چل کر پانی کے پاس آتے ہیں اور کبھی پانی لطف و کرم کی نورانی تجلیاں بن کر خود پیاسوں کے پاس جا پہنچتا ہے۔ یہاں اس ازلی کریم کا کرم دو طرح سے ہے۔ ایک تو یہ کہ وہ مینائے عفو و کرم لے کر' خود تشنگانِ مغفرت کی طرف متوجہ ہوا اور انہیں بلا کر تکلیف میں نہیں ڈالا۔ دوسرا یہ کہ ساقی مغفرت نے بخشش کے جام رات کے سناٹوں میں پیش کئے۔ جب عروسِ شب اپنے سیاہ گیسو پھیلا لیتی ہے۔ جب تاریکی اور سکوت ہوتا ہے۔ کوئی دوسرا نہیں ہوتا۔ دن کے اجالوں میں اس کی خود کو مجروح اور

اس کی ذات کو رُسوا نہیں کیا اکہ جب اس کے شیشہ دل سے گناہوں کی سیاہی دھلنے لگے تو رات کے اندھیروں میں وہ کسی کو نظر نہ آسکے۔ عبد و معبود، خالق و مخلوق کے درمیان جو ناز و نیاز ہوں۔ سراپا خطا و تقصیر میں جو عجز کے انداز ہوں، اس میں کوئی تیسرا نہ آسکے اور بندہ کسی حائل و حجاب کے بغیر اپنے مولا اور کریم حقیقی کو پاسکے اور جب اس کو پالیا تو

دل کی دنیا کا ہر ایک گوشہ منور ہوگیا　　اُٹھ گیا پردہ کوئی پردے سے باہر ہوا
میری ہستی میں نقاب صورت دل دار تھی　　مٹ گیا جب میں تو یار پردے سے باہر ہوا

گناہ گاروں کو بخشنے کیلئے وہ رات کے پچھلے پہر آیا اور گناہ گار سوتے رہے، وہ ہر رات آوازیں دیتا رہا اور یہ کسی رات بھی اُٹھ نہ سکے لیکن اس کی توجہ خالی نہیں گئی۔ اُس کریم حقیقی اور ازلی کی آوازیں دینا بے کار نہیں گئیں۔ رکوع و سجود میں راتیں گزارنے والے، ہر رات کو اُٹھتے ہیں اور پچھلے پہر جب آسمان دنیا پر ربّ کائنات، مالک ارض و سما آواز دیتا ہے تو یہ اُٹھ کر رحمت و مغفرت سے جھولیاں بھر لیتے ہیں، یہ ہر رات اسی طرح کرتے ہیں، ان اولیاء اللہ کی تو کوئی رات خالی نہیں، ربّ کائنات نے دیکھا کہ کاملین اور واصلین شب بیدار بندے میدان لے گئے اور ان عطاؤں اور نوازشوں سے گناہ گاروں نے کچھ نہیں لیا، وہ تو مغفرت کی صدائیں دیتا رہا، یہ گہری نیند پڑے سوتے رہے، وہ ابر کرم برساتا رہا اور یہ محو خواب رہے مگر تماشا یہ ہے کہ یہ رات کے پچھلے پہر اُٹھ نہیں سکتے اور وہ ان پر کرم کی عطا کئے بغیر رہ نہیں سکتا، ان پر غفلت حاوی ہے، اُس کی رحمت غالب ہے، ان کو سونے کی ادا اس کو دینے کی ادا، جبھی تو سال بھر کی راتوں میں ایک رات ایسی بھی رکھی جس میں پچھلے پہر کی قید نہ ہو بلکہ وہ رات غروب آفتاب سے لے کر سپیدہ سحر تک تمام شب ربّ کائنات آسمانِ دنیا سے بخشش لٹاتا رہے تاکہ اُن بندوں پر بھی اس کے کرم کی حجت تمام ہوجائے، رحمت کی معراج ہوجائے اور یہ بتا دیا جائے کہ اے تن آسان سہل کوشش اور غافل بندو اور اگر تم ہمارے لئے انتہائے شب میں نہیں اُٹھ سکتے تو نہ سہی، لو اے میرے بندو تم راضی ہوجاؤ، ہم تمہارے لئے ابتدائے شب میں آجاتے ہیں اور پوری رات اپنی رحمت و مغفرت کی بارش برسا دیتے ہیں مگر تم ہماری رحمت و مغفرت کی طرف آؤ تو سہی۔ اے خوابِ غفلت میں پڑے رہنے والے گناہ گارو! تمہیں مبارک ہو یہ تمہاری رات ہے، نیکو کاروں کیلئے تو ہر رات ہی شبِ قدر ہوتی ہے۔ مگر اے خطا کارو! یہ رمضان المبارک کی ۲۷ویں شب تمہاری رات ہے۔ اُٹھو اے غافلو کہ اس شب قدر میں تمہیں بشارت ہے۔ اُٹھو اے عاصیو! اُٹھو اے غم کے مارو! آج سر شام سے مغفرت کی ندا جاری ہے۔ منالو! اپنے ربّ کو کہ یہ موقعہ ہے۔ لوٹ لو! اس شبِ قدر کی عطائیں اور نوازشیں تمہاری ہیں، ساقی تمہارا ہے، مینا تمہارا ہے۔

پردے اُٹھے ہوئے بھی ہیں اس کی ادھر نظر بھی ہے　　بڑھ کے مقدر آزما سر بھی ہے سنگ در بھی ہے

جشن لیلۃ القدر دراصل جشن نزولِ قرآن ہے

شبِ قدر نے بتایا کہ میری آغوش میں نزولِ قرآن ہوا اسلئے جس نے جشن شب قدر منایا' دراصل اس نے جشن نزولِ قرآن منایا کیونکہ قرآن کریم حق تعالیٰ کی عظمت کا مظہر ہے۔ جیسے ربّ تعالیٰ کی عظمت کی انتہا نہیں' ویسے ہی قرآن کریم کی عظمت کی بھی انتہا نہیں۔ قرآن کریم کے فضائل وفوائد کا احاطہ نہ کسی کی زبان کرسکتی ہے، نہ کسی کا دل کرسکتا ہے، نہ کسی کا دماغ کرسکتا ہے، نہ کسی کی عقل کرسکتی ہے اور نہ کسی کا علم کرسکتا ہے۔ قرآن کریم تو ایک سمندر ناپیدا کنار ہے۔ جتنا جس کا برتن ہوگا اتنا ہی وہ وہاں سے پانی لے سکتا ہے۔ لیکن کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرے کوزے میں سارا سمندر آگیا۔ قرآن کریم عالم کی تمام حاجتیں روحانی ہوں یا جسمانی، ظاہری ہوں یا باطنی، نئی ہوں یا پرانی' سب کو پورا کرنے والا ہے۔

قرآن کریم تو وہ سخی ہے جو اپنے فقیر کو بلا کر نہیں بلکہ ان کے پاس آکر عطا فرماتا ہے۔ کنواں بلا کر دیتا ہے، دریا آکر دیتا ہے اور سمندر بادل بنا کر عالم پر پانی برسا دیتا ہے۔ کعبہ بھی سخی اور مسجد بھی سخی، رمضان بھی سخی، قرآن بھی سخی، مگر فرق یہ ہے کہ کعبہ معظمہ اور مسجد کے بھکاری جائیں اور جا کر فیض لے کر آئیں مگر قرآن کریم کی کیا شان کہ مشرق ومغرب، شمال وجنوب، پوری کائنات بلکہ گھر گھر میں پہنچا اور اپنا فیض جا کر دیا اور جو لوگ ان پڑھ تھے۔ ان کیلئے بھی سخی ہے ان کو بھی عطا فرماتا ہے کہ علماء کرام اور حفاظ عظام آپ نے پیدا فرمادیئے کہ وہ مثل بادلوں کے جگہ جگہ پہنچ کر قرآن کی رحمتوں کی بارش برساتے ہیں۔ دوستو! آفتاب تو وہ نور ہے جو ایک وقت میں آدھی زمین کو چمکاتا ہے لیکن قرآن کریم آسمانِ ہدایت کا وہ چمکتا دمکتا سورج ہے، جو بیک وقت سارے عالم میں ایسا چمکا کہ پورے عالم کو چمکایا اور پھر سورج تو زمین کے ظاہر ہی کو چمکاتا ہے مگر قرآن پاک فقط عالم کے ظاہر کو ہی نہیں چمکاتا بلکہ باطن کو بھی روشن کردیتا ہے۔ دل ودماغ کو بھی چمکاتا ہے۔ قرآن کریم کی روشنی جیسے میدانوں پر پڑی اسی طرح پہاڑوں اور پہاڑوں کی غاروں میں بھی پڑی، تہہ خانوں میں۔ غرضیکہ ہر جگہ پہنچ کر پورے ماحول کو روشن کیا اور پھر سورج کو گرہن بھی لگ جاتا ہے جس کی وجہ سے دن بھر میں تین پلٹے کھاتا ہے۔ صبح وشام کو ہلکا اور دوپہر کو تیز مگر قربان جائیں آفتاب ہدایت قرآن کریم کی عظمت پر کہ نہ تو اس کو گرہن لگے اور نہ ہی کوئی بادل اس کی نورانی کرنوں کو ڈھک سکے، اس کی پاک شعاعیں بڑی بڑی تاریک گھٹاؤں کو بھی پار کرگئیں اور ان کو بھی منور کرگئیں۔ آج ہم لوگوں نے اپنی کم علمی کی وجہ سے قرآن کریم کے فیوض وبرکات اور انوار تجلیات کو محدود سمجھ رکھا ہے کہ قرآن تو فقط اس لئے آیا ہے کہ بیماری میں اسے پڑھ کر دم کرلو اور اپنے گھروں میں بطور برکت لاکر رکھ لو اور بڑی اچھی آواز میں صرف تلاوت کرلو مگر اس کو سمجھنے کیلئے کسی عالم دین کے پاس چند منٹ کیلئے بھی مت بیٹھنا اور جب کوئی مرنے لگے تو اس پر یٰسین پڑھ دو اور بوقتِ موت اس کو پڑھوا کر ایصال ثواب کردو، اور باقی رہا مقصود اس کا خدا حافظ۔ اس کو سمجھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ قرآن زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیتا ہے' یہ مال داروں کا کام ہے،

ہم تو بھائی غریب لوگ ہیں، قرآن کریم نماز پڑھنے کا حکم دیتا ہے، ہمارے پاس ٹائم کہاں' یہ کام تو فارغ لوگوں کا ہے اور بعض جاہل اور گمراہ لوگ تو یہاں تک بھی بک دیتے ہیں کہ رزق کے ہوتے ہوئے ہم بھوکے کیوں مریں (نعوذ باللہ من ذالک) ہاں تو باقی رہا عمل، ہمارے عمل کرنے کیلئے ہمارے انگریزوں، ہندوؤں یا عیسائیوں نے قوانین بنائے ہیں، وہ ہمارے لئے بہت اچھے ہیں، مسلمان ہونے کے باوجود ان کی صورت' سیرت' طریق زندگانی' لباس' کھانا' پینا' شادی' غمی، غرض تمام کاموں کے بارے میں غیروں سے مل گئے۔ تو مسلمان بھولا بھالا ہے' ہر طرح ستایا جائیگا، یورپ کے گوروں سے مل کر وہ اللہ پچھتائے گا۔

بعض گمراہ اور بد مذاہب فرقوں نے اپنی جہالت کی وجہ سے قرآن کریم کے بارے میں یہ کہنا شروع کیا کہ قرآن کریم سے تلاوت کر کے دَم کرنا، تعویذ کرنا یا اس کی تلاوت کو ایصالِ ثواب کرنا یا جشن نزولِ قرآن منانا وغیرہ سب کے سب نعوذ باللہ حرام کے کام ہیں قرآن کریم ہمیں کوئی نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اس سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ تو ایسے بدعقیدہ لوگوں سے اجتناب اشد ضروری ہے۔

عزیز قارئین کرام! جس طرح ہم اپنے مال اور بدن کے اعضاء سے بہت سے کام لیتے ہیں۔ دیکھیں آنکھوں سے دیکھتے بھی ہیں اور روتے بھی ہیں، اس میں سرمہ لگا کر زینت بھی حاصل کرتے ہیں۔ ہاتھ سے پکڑتے بھی ہیں اور مار کو روکتے بھی ہیں۔ زبان سے کھاتے بھی ہیں اور بولتے بھی ہیں، کھانے کی لذت اور اس کی سردی' گرمی بھی محسوس کرتے ہیں اور ایک ہی پھونک سے گرم چائے بھی ٹھنڈی کرتے ہیں، سردیوں میں اُنگلیاں بھی گرم کرتے ہیں، آگ جلاتے بھی ہیں اور چراغ بجھاتے بھی ہیں۔ اسی طرح عبادات میں صدہا ایسی مصلحتیں ہیں۔ روزہ عبادت بھی ہے اور قسم وغیرہ کا کفارہ بھی اور جو غریب نکاح نہ کر سکے اس کیلئے شہوت توڑنے کا ذریعہ بھی۔ اسی طرح قرآن کریم بھی صدہا دینی اور دُنیوی فوائد لیکر اُترا، نماز قرآن کے ذریعے سے ادا ہو، کھانا قرآن پڑھ کر شروع ہو، شاہی قوانین قرآن سے حاصل کئے جائیں، بیمار پر قرآن پڑھا جائے اور دم کیا جائے، تعویذ لکھ کر گلے میں ڈالو، وفات شدگان کیلئے قرآن کی تلاوت کر کے ان کو ایصال ثواب کرو۔ غرض کہ یہ قرآن کریم بادشاہ کیلئے قانون' غازی کیلئے تلوار' بیماروں کیلئے شفا' غریب کا سہارا' کمزور کا عصا' بچوں کے گلے کا تعویذ' بے ایمان کیلئے ہدایت' قلب مردہ کی زندگی' قلب غافل کیلئے تنبیہ، گمراہوں کیلئے مشعل راہ۔ اگر قرآن صرف احکام کیلئے ہوتا تو دیگر مقاصد اس سے حاصل نہ ہوتے اور دیگر احکام کی آیتیں نہ ہوتیں۔ ذات وصفات کی آیتیں' متشابہات' انبیاء کرام کے نورانی' وجدانی اور عرفانی قصے' آیات منسوخۃ الاحکام ہر گز نہ ہوتیں کیونکہ ان آیات سے احکام حاصل نہیں کئے جاتے۔ اسی طرح ان احکام کی آیتیں بھی نہ ہوتیں جن پر عمل ناممکن ہے۔ جیسے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز پر آواز بلند کرنے کی آیتیں یا بارگاہِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں دعوت کھانے کے آداب یا نبیوں کی پاک عورتوں سے حرمت نکاح کی آیتیں اور قرآن کریم یہ بھی نہ فرماتا، وتنزل من القرآن ماھو

تو معلوم ہوا کہ قرآن مجید حق تعالیٰ کی شان وعظمت وجلالت وکمال کا مظہر ہے۔ تو اس پاک کلام سے نفع بھی حاصل کیا جاتا ہے اور اس کا انکار کر کے نقصان بھی اُٹھایا جاتا ہے۔ بہرحال جس نے جو نیت کی اس کی نیت کا اس کو اجر ملے گا۔ تو عرض کر رہے تھے کہ جس نے جشن لیلۃ القدر منایا' دراصل اس نے جشن نزولِ قرآن منایا۔ دوستو! جشن منانا کوئی گناہ کا کام نہیں مگر جس کے جشن منانے سے دین کو نقصان ہو اس کا جشن منانا گناہ کا کام ضرور ہے۔ اب آپ اندازہ لگا سکتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے پاک اور مقدس کلام کے نزول کا جشن منانا' خوشی کا اظہار کرنا اور اس نعمتِ عظمہ کا گھر گھر چرچا کرنا دین اسلام کی سربلندی کا سبب ہے یا نہیں؟ اور پھر جشن تو سب لوگ ہی مناتے ہیں' اپنے بھی جشن مناتے ہیں اور غیر بھی جشن مناتے ہیں مگر ان میں خوش نصیب ہیں وہ لوگ' جو جشن آمدِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جشن مناتے ہیں، جو جشنِ معراج مناتے ہیں، جشن شبِ برات مناتے ہیں، جو جشن رمضان مناتے ہیں، جو جشن شبِ قدر مناتے ہیں، جو جشن نزولِ قرآن مناتے ہیں۔

آج شبِ قدر ہے۔ صد ہزار مبارک کے لائق ہیں وہ لوگ جو جشن شبِ قدر کے نورانی جلسوں میں جا کر مناتے ہیں۔ شبِ بیداریاں کرتے ہیں، نورانی' روحانی' وجدانی دعاؤں میں شامل ہو کر جشن شبِ قدر مناتے ہیں اور جو لوگ جشن شبِ قدر مناتے ہیں دراصل وہ جشن نزولِ قرآن مناتے ہیں۔ کیونکہ نزولِ قرآن تو شبِ قدر کی نورانی شب کی آغوش میں ہوا، شب قدر کو شان ملی نزولِ قرآن سے، شبِ قدر شبِ قدر بن گئی نزولِ قرآن سے۔ اسلئے آج جشن شبِ قدر بھی ہے اور جشن نزولِ قرآن بھی ہے۔ تو عرض یہ کر رہا تھا کہ جشن سب لوگ ہی مناتے ہیں، پوری کائنات میں کوئی مذہب ایسا نہیں جو جشن نہ مناتا ہو اور تمام مذاہب کے فرقوں میں کوئی ایسا فرقہ نہیں جو جشن نہ مناتا ہو مگر ہم یہاں اسلام اور اسلامی فرقوں کی ہی بات کرتے ہیں۔ دین اسلام کے تمام فرقے اپنے اپنے حلقوں میں جشن مناتے ہیں۔ مگر دوستو! آپ خود ہی پڑھ کر اندازہ لگائیں کہ ان جشن منانے والوں سے قابلِ ثواب اور قابلِ صد تحسین کون لوگ ہیں؟

دوستو! عشق بے تاب دلائل کا تابع نہیں ہوتا۔ جب محبت کی عطائیں اور عشق حقیقی کی نوازشیں ہوتی ہیں تو محبوب کے جلوے فقط محبِ صادق کے ظاہر پر ہی اثر انداز نہیں ہوتے بلکہ اس کے باطن کو بھی نوازتے ہیں جو شمع قرآن کریم میں روشن تھی، اس کی فیض آفرین شعاعوں نے اس شب قدر کو لیلۃ القدر بنا کر منور کر دیا۔

آپ خود دیکھ رہے ہیں!

- ☆ سعودی حکومت کے وہابی نجدی ہر سال اپنے قومی دن کا جشن مناتے ہیں۔
- ☆ پاکستان کے وہابی نجدی سعودی حکومت کو قومی دن منانے پر دلی مبارکباد پیش کر کے جشن مناتے ہیں۔
- ☆ پوری دنیا کے دیوبندی وہابی اپنے دارالعلوم دیوبند کا صد سالہ جشن دیوبند میں بھارت کی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کو پہلے اجلاس میں خطاب کرا کر جشن مناتے ہیں۔
- ☆ پاکستانی حکومت اور ملک میں رہنے والے تمام فرقے یوم پاکستان کا جشن مناتے ہیں۔
- ☆ یوم قائد اعظم حکومت پاکستان ہر سال بطورِ جشن مناتی ہے۔
- ☆ یوم علامہ اقبال حکومت پاکستان ہر سال بطورِ جشن مناتی ہے۔
- ☆ یکم مئی حکومت پاکستان غریبوں، مزدوروں کا دن بطورِ جشن مناتی ہے۔
- ☆ کوئی اپنی سیاست کا جشن منا رہا ہے تو کوئی اپنی شادی کا جشن منا رہا ہے۔
- ☆ کوئی اپنے علم کا جشن منا رہا ہے تو کوئی اپنے عقیدہ کا جشن منا رہا ہے۔
- ☆ کوئی اپنے لیڈر کا جشن منا رہا ہے تو کوئی اپنے مولوی کا جشن منا رہا ہے۔
- ☆ کوئی دیوبندی عبدالقادر آزاد لیڈی ڈیانا کی آمد پر بادشاہی مسجد میں جشن منا رہا ہے۔
- ☆ کوئی اپنے جھوٹے خواب سنا کر اپنی پروفیسری چمکانے پر جشن منا رہا ہے۔
- ☆ کوئی اپنے پیر کا جشن منا رہا ہے تو کوئی اپنے استاد کا جشن منا رہا ہے۔
- ☆ کوئی عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک دن کو جشن منا رہا ہے۔
- ☆ کوئی شب معراج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جشن منا رہا ہے۔
- ☆ کوئی شب برأت کو جشن منا رہا ہے۔
- ☆ کوئی لیلۃ القدر کو جشن منا رہا ہے۔
- ☆ کوئی لیلۃ القدر میں جشن نزول قرآن منا رہا ہے۔

سراپا درد ہوں میں کیا کوئی میری فغاں سمجھے — جو مجھ سا درد والا ہو وہ میری داستاں سمجھے
نہ جس نے درس گاہ عشق میں تعلیم پائی ہو — میری باتیں وہ کیا سمجھے وہ کیا میری زباں سمجھے

دوستو! جشن تو پوری کائنات منا رہی ہے اور مناتی رہے گی مگر قابل صد تحسین ہیں وہ لوگ جو فرمانِ باری وذکرھم بایام اللہ کے تحت قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلک ...... کی تکمیل کرتے ہوئے واما بنعمۃ ربک فحدث کے فلسفہ تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور قابل صد مذمت ہیں وہ لوگ جو جشن تو مناتے ہیں مگر دنیا کے مفاد کی تکمیل کیلئے۔

پاکستان لیلۃ القدر میں عطا ہوا

اللہ تعالیٰ نے اُمتِ محبوبِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مختلف قسم کے انعام واکرام سے نوازا ہے۔ یوں تو کوئی لمحہ اس کی عطا سے خالی نہیں اگر اس کی عطا نہ ہو تو عالم ویران ہو جائے۔ مگر یہ اس خالق و مالک کی نوازشیں ہیں کہ ہمیں متعدد اور مقدس راتیں عطا فرمائیں۔ شبِ میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہو یا شبِ معراج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم' شبِ براٗت ہو یا شبِ قدر، یہ سب لطف و کرم' تشنگانِ مغفرت' خشوع اور خضوع' مشاہدہ فطرت کے حسین مناظر گناہ گاروں کے شیشہ دل سے گناہوں کی سیاہی دُھلنے کی راتیں ہیں اور جب اس باری تعالیٰ کی خاص محبت کی جولانیاں اثر دکھاتی ہیں تو رمضان کی سترہ تاریخ کو بدر کے مقام پر کئی ہزار کافروں پر مسلمانوں کو فتح و نصرت عطا فرماتا ہے اور لیلۃ القدر' جمعۃ الوداع کے حسین لمحات میں ہمیں ملک پاکستان عطا فرماتا ہے مگر ملک پاکستان میں رہنے والے مسلمان کتنے بدنصیب ہیں جو مغربی تہذیب و تمدن پر چلتے ہوئے ۲۳ مارچ کو یوم پاکستان مناتے ہیں حالانکہ یومِ پاکستان ماہِ رمضان کی ستائیسویں شب کو منانا چاہیے تھا۔ یہ مسلمانانِ پاکستان کیلئے لمحہ فکریہ ہے اور اسی وجہ سے ہم ترقی کی راہ پر گامزن نہیں ہو رہے۔ ہماری غیر شرعی پالیسیاں اور مغربی تہذیب کی تقلید پر، میرا پاکستان ہم سب کا پیارا آشیانہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گویا یوں عرض کر رہا ہے

جدھر دیکھو ادھر بکھرے ہیں تنکے آشیانے کے
میری بربادیوں کا سلسلہ یارب کہاں تک ہے

یہ کس کی لاش بے گور و کفن پامال ہوتی ہے
زمین جنبش میں ہے برہم نظام آسماں تک

فطرانے کا چور پکڑا گیا

روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدقہ فطر کی حفاظت کیلئے مقرر فرمایا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات بھر اس مال کی حفاظت فرماتے رہے۔ ایک رات ایک چور آیا اور مال چرانے لگا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے دیکھ لیا اور اسے پکڑ لیا اور فرمایا میں تجھے آقا علیہ السلام کی خدمت میں پیش کروں گا۔ اس چور نے منت وسماجت کرنا شروع کی اور کہا خدارا مجھے چھوڑ دو میں صاحب عیال ہوں اور محتاج ہوں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رحم آ گیا اور اسے چھوڑ دیا۔ صبح ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا، ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) وہ رات والے تمہارے قیدی (چور) نے کیا کیا؟ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم! اس نے اپنی عیال داری اور محتاجی بیان کی تو مجھے رحم آ گیا اور میں نے چھوڑ دیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے تم سے جھوٹ بولا' خبردار رہنا آج رات وہ چور پھر آئے گا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ دوسری رات بھی اس کے انتظار میں رہا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ واقعی پھر آ پہنچا اور مال چرانے لگا۔ میں نے پھر اسے پکڑ لیا اور اس نے پھر منت خوشامد کی اور مجھے پھر رحم آ گیا اور میں نے پھر چھوڑ دیا۔ صبح جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر فرمایا، ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! رات والے قیدی (چور) نے کیا کیا؟ میں نے پھر عرض کیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! وہ اپنی حاجت بیان کرنے لگا تو مجھے رحم آ گیا اور میں نے چھوڑ دیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اس نے تم سے جھوٹ کہا' خبردار آج وہ پھر آئے گا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ تیسری رات وہ پھر آیا اور میں نے اسے پکڑ کر کہا، کم بخت فطرانہ چور آج تجھے نہ چھوڑوں گا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ضرور لے جاؤں گا۔ وہ بولا، ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! میں تجھے چند ایسے کلمات سکھا جاتا ہوں جن کو پڑھنے سے تو نفع میں رہے گا یعنی ان کلمات کے پڑھنے سے تجھے بڑے فوائد حاصل ہوں گے۔ سنو! جب سونے لگو تو آیۃ الکرسی پڑھ کر سویا کرو۔ اس سے اللہ تمہاری حفاظت فرمائے گا اور شیطان تمہارے نزدیک نہیں آئے گا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ وہ مجھے یہ کلمات سمجھا کر پھر مجھ سے رہائی پا گیا اور میں نے جب صبح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں یہ سارا قصہ بیان کیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے یہ بات سچی کہی ہے حالانکہ خود وہ بڑا جھوٹا ہے۔ پھر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! کیا تو جانتا ہے کہ وہ تین رات فطرہ چوری کرنے والا کون تھا؟ میں نے عرض کیا نہیں یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نہیں جانتا۔ فرمایا وہ شیطان تھا۔ (مشکوۃ، ص ۱۷۷)

اس واقعے سے چند مسائل معلوم ہوئے...... حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب ہے، جھوٹ بول کر فطرہ چوری کرنا شیطان کا کام ہے اور اگر کوئی شخص ان سے یہ کہے کہ فطرہ جمع کرنا تمہارے لئے جائز نہیں چلو علماء کرام کے پاس چلتے ہیں تو علماء کرام کے پاس جانے سے انکار کرتا ہے اور لوگوں کو شیطان کی طرح اچھے کلمات سکھا کر اپنا لالچ پورا کرتے ہیں۔ دراصل وہ فطرانہ کے ڈاکو اور چور ہوتے ہیں۔

نوٹ...... صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے۔ دو سیر تین چھٹانک نصف تولہ یا اس کی قیمت کا ادا کرنا۔ ہر وہ شخص فطرہ کا چور ہے جو حق نہیں رکھتا مگر لوگوں سے فطرہ جمع کرتا ہے۔

الجمعۃُ الوَداع ...... ماہِ صیام کا آخری پیغام

ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم

پھر تمہیں ضرور پوچھا جائے گا نعمتوں کے بارے میں۔

جمعۃ المبارک کسی بھی ہفتے کا ہو عالم اسلام کیلئے باعث برکت ورحمت اور موجب نجات ومغفرت ہوتا ہے۔ لیکن ماہِ رمضان کا آخری جمعہ جو جمعۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے یہ نورٌ علیٰ نور ہے اور مسلمانوں کی عظمت وشوکت اور ہیبت وجلالت کا عظیم مظہر بھی ہے اس دن عالم اسلام کے مسلمان مساجد کی طرف جھومتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا نام بلند کرتے اور رحمتِ عالم جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود وسلام کے تحفے اور نذرانے پیش کرتے ہوئے اپنے گھروں سے جب نکلتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے نورانی فرشتے ان غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے جھرمٹ میں لے لیتے ہیں اور حریمِ ناز سے اُن پر رحمت ومغفرت کی بارش ہوتی ہے۔ کیونکہ جمعۃ الوداع کا یہ مبارک دن بلاشبہ دعاؤں کی مقبولیت کی آخری فصل بہار ہے' عالم اسلام کے مسلمان اس دن اُمتِ مسلمہ کی فلاح وبہبود اور عزت وغلبہ کیلئے خصوصی دعائیں کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی معافی طلب کرتے ہیں۔ اپنے گناہوں سے ندامت' آئندہ گناہ نہ کرنے کا پختہ عزم' گناہوں سے رُکنا اور گذشتہ کئے ہوئے گناہوں کی تلافی کا پختہ عہد کرتے ہیں اور رورو کر ماہِ رمضان کو وَداع کرتے ہیں۔

حقِ مہمانی نہ ہم سے ہوسکا کچھ ادا — وا حسرتا وا حسرتا ماہِ رمضان الوداع

ان غریبوں غمزدوں کا ہوش حق رکھنا خیال — کہتے ہیں رورو کے تجھ سے جو مسلمان الوداع

اے موسم عبادات الوداع

اے ماہِ رمضان تو نے ہم پر رحمتِ خداوندی کے بڑے بڑے جلوے نمودار فرمائے۔ اللہ تعالٰی کی شان جمالی کی بڑی بڑی عجیب و غریب بخشش و رحمت کی تجلیاں جلوہ فگن فرمائیں۔ اے ماہ الصیام تیرے دن اور تیری راتیں توبہ و استغفار کا انمول وقت اور کھیتی عقبیٰ کا دلنواز موسم اور تجارت آخرت کا خاص الخاص سیزن تھا۔ تیری پیاری پیاری ساعتوں میں رحمتِ الٰہیہ کے خزانوں کے دروازے کھلے ہوئے تھے۔ جس میں ہر مسلمان کو چاہئے تھا کہ تیرے حقیقی اغراض و مقاصد کو پہچانتے اور اس رحمت و مغفرت کے سیزن کی انمول ساعتوں میں توبہ و استغفار کرتے اور اپنی مالی و بدنی عبادات سے توشہ آخرت جمع کرتے اور اپنے ربّ کریم کے غفران ورضوان کی دولت کریمانہ سے مالا مال ہوتے۔

کیونکہ اے اللہ تعالٰی کے غفران مہینے تیرا ایک ایک لمحہ گوہر نایاب سے بھی قیمتی تھا، اس لئے کہ موسم برسات میں بارش ہوتی ہے اور موسم بہار میں پھول کھلتے ہیں اور دیگر موسموں میں پھل اور غلے دستیاب ہوتے ہیں۔ مگر اے ماہ الصیام کے موسم بہاراں تیرے صدقے اور قربان ہوجائیں! تیرے دامن سے تو خود خالق موسمیات ملتا ہے۔ الصوم لی و انا اجزی بہ

اے ماہِ رمضان جب تیرا پہلا عشرہ مکمل ہوا تو اہل وفاؤں کو دوسرے عشرہ کی بھی اُمید تھی اور جب دوسرا عشرہ بھی مکمل ہوا تو تیسرے عشرہ کی اُمید تھی۔ مگر افسوس صد ہزار افسوس! اب تو تیرا عشرہ بھی مکمل ہوگیا۔ اب تو ایسا لگتا ہے کہ ماہِ رمضان مسلمانوں کو آخری سلام کہنا چاہتا ہے اور اب سال بھر کیلئے ہم سے رُخصت ہونا چاہتا ہے۔

اے باغبانِ گلشنِ توحید الوداع کیوں جا رہا ہے تو باوفاؤں کو چھوڑ کر

آج تیرے فراق سے اہل ایمان رو رہے ہیں، ان کا جگر چر رہا ہے، مسجدوں کی دیواروں اور مناروں سے یہ آوازیں آرہی ہیں کہ

مسلمانوں نہ جانے دو نجات کے پروانے کو خدارا روک لو جا کر بخشش کے بہانے کو

اے ماہِ رمضان تیری ہی وجہ سے دشمنِ اسلام قید میں تھا، جہنم کے دروازے بند تھے اور نیکیوں کا حسین سیزن تھا، آپ کا دامن سایۂ رحمت تھا، آپ کی آمد باعثِ برکت تھی، آپ کی مہمان نوازی ذریعہ نجات تھی، آپ کی شفقت باعثِ نجات تھی۔ اب ہمارا دشمن، اسلام کا دشمن، اہل حق کا دشمن، اہل وفا کا دشمن، اہل ایمان کا دشمن، اولیاء اللہ کا دشمن، صحابہ کرام کا دشمن، انبیاء عظام کا دشمن، ربّ کے قرآن کا دشمن، ماہ الصیام کا دشمن قید سے چھوٹ جائے گا اور بدقسمت لوگ پھر اس کے دامن فریب میں آجائیں گے اور فسق و فجور میں لگ جائیں گے۔ رمضان کے ماہِ اقدس نے کتنا اچھا جواب دیا کہ

وفاؤں کو میری پامال وہ کرتے ہیں تو کرنے دو
قیامت کے دن ان کو یاد آئیں گی سب خوبیاں میری

اے لوگو! اللہ تعالیٰ کا خاص فضل وکرم بن کر ایک نورانی اور خدائی مہمان ہمارے سب کے گھروں میں تشریف لایا ہوا تھا، جس کی وجہ سے رحمتِ الٰہی کے دروازے کھلے ہوئے تھے اور دوزخ کے دروازے بند تھے، شیاطین مقید تھے، فسق وفجور ختم تھے اور اب وہ مہمان ماہِ اقدس ہم سب کو داغ مفارقت ، داغ جدائی دے کر رُخصت ہونا چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس جا کر ہمارے احوال بتائے گا، اس سلطان رحمت کی بارگاہ میں ہماری شکایت کرے گا، اس لئے آج وقت ہے ہر نفس کو چاہئے کہ اپنے اپنے اعمال کا جائزہ لے کہ اس نے اس مہمانِ خدا کی کتنی قدر کی ہے، اس کے انوار وتجلیات سے کتنا حصہ لیا، اس کو کتنا راضی کیا اور کتنا ناراض کیا۔ کیونکہ اب اللہ تعالیٰ کے حضور واپس جارہا ہے، جس نے راضی کیا اس پر راضی گیا اور جس نے ناراض کیا اس پر ناراض گیا۔ پس جن لوگوں نے اس کی قدر کی اللہ تعالیٰ کے حضور ان کی یہ سفارش کرے گا اور جن لوگوں نے اس کے تقدس کو پامال کیا ان کی شکایت کرے گا۔ دوستو! جن لوگوں پر یہ ماہِ مبارک راضی ہوگیا، ان کیلئے اس سے بڑھ کر اور کوئی مقامِ خوشی نہیں۔ اور جن لوگوں پر یہ ماہِ اقدس ناراض ہوگیا، ان کیلئے اس سے بڑھ کر بدقسمتی نہیں۔ دوستو! خدا جانے آئندہ سال ہمیں نصیب ہوگا یا نہیں۔ وہ لوگ خوش نصیب ہیں جنہوں نے اس ماہِ اقدس کا روزہ رکھا اور راتوں کو قیام کیا۔ اور بدقسمت ہیں وہ لوگ کہ صحت وتندرستی کے باوجود اس کی لاتعداد برکتوں سے محروم رہے۔

اے لوگو! اگر اللہ تعالیٰ زمین وآسمان کو بات کرنے کی اجازت دیتا تو وہ روزہ داروں کیلئے جنت کی بشارت سناتے۔ فرمایا کہ اللہ آج کے دن فرشتوں سے پوچھتا ہے کہ اے فرشتو! ان مزدوروں کی کیا اُجرت ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ مولیٰ! ان مزدوروں کو پورا پورا اجر عطا فرمادے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے فرشتو! یہ کیا چاہتے ہیں؟ فرشتے جواب دیتے ہیں مولیٰ! یہ تیرے بندے تجھ سے بخشش چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے فرشتو! تم گواہ ہوجاؤ کہ میں نے ان سب کے گناہوں کو بخش دیا۔

ماہِ صیام اور ضابطۂ حیات

رمضان المبارک مسلمان کیلئے بے شمار رحمتوں کے علاوہ ایک ضابطہ حیات بھی اپنے ساتھ لایا ہے۔ بس جو مسلمان اس ضابطہ پر عمل کر گیا' وہ دونوں جہانوں کی کامرانیاں حاصل کر گیا۔ ضابطہ حیات یہ ہے کہ جب ماہِ قدس کا چاند طلوع ہوا تو عالمِ اسلام کے مسلمانوں کے عملی پروگرام میں انقلاب پیدا ہوگیا اور بے شمار اعمال میں تبدیلیاں واقع ہوگئیں۔ مثلاً کثرت الصلوٰۃ، کثرتِ تلاوتِ قرآن مجید، پیٹ کو ہر وقت کھانے' پینے سے بچانا، سارا دن خواہش نفسانی سے اپنے آپ کو روکنا۔

کثرت الصلوٰۃ...... نماز میں تبدیلی یوں ہوئی کہ ماہ الصیام میں فرائض کے علاوہ بیس رکعت تراویح پڑھی جاتی رہی، گویا نماز کی رکعتوں میں پہلے کی نسبت کثرت پیدا ہوگئی۔

کثرتِ تلاوت قرآن...... جب سے ماہِ اقدس تشریف لایا تو پوری دنیا کے کونے کونے' شہر شہر' گھر گھر اور مساجد تلاوت کلامِ الٰہی کے نغموں سے گونج اُٹھے۔ جدھر کان لگاؤ قرآن مجید سننے میں آتا ہے۔ گویا رات کا بہت سا حصہ قرآن کے پڑھنے اور سننے میں صَرف کیا جاتا ہے۔ یہ کثرت تلاتِ قرآن ہمیں یہ سبق دے رہی ہے کہ اے مسلمانوں! غیر رمضان میں بھی قرآن بدستور پڑھتے اور سنتے رہنا۔ کیونکہ سرکارِ مدینہ والی کائنات صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خیرکم من تعلم القرآن و علمه لیکن مادی دنیا کو مغالطہ لگا، کسی نے کہا عزت اس کی ہے جس کے پاس دولت ہو، کسی نے سمجھا عزت اس کی ہے جس کی حکومت ہو، کسی نے کہا نہیں نہیں عزت تو صرف وزارت میں ہے۔ مگر مخبر صادق صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا، دنیا میں عزت والا وہ شخص ہے جو قرآن مجید پڑھے اور پڑھائے۔

پیٹ کو ہر وقت کھانے پینے سے بچانا...... تاکہ مسلمان کو بھوک اور پیاس برداشت کرنے کی عادت پڑ جائے۔ انسانی زندگی میں اکثر مرتبہ ایسے واقعات پیش آتے ہیں کہ اسے وقت پر کھانا نہیں بلکہ دیر سے ملتا ہے یا ملتا ہی نہیں تو روزہ رکھنے سے صبر و حلم اور برداشت کی عادت پڑتی ہے اور پھر ایسے مواقع انسان کیلئے اجنبی نہیں رہتے۔ یہ ماہِ مقدس مسلمانوں کو پورا مہینہ نمازِ پنجگانہ کے علاوہ بیس رکعت نماز پڑھاتا رہا، تاکہ اہل ایمان کو نماز پڑھنے کی پوری پوری مشق ہوجائے۔ اس لئے کہ جب میں رُخصت ہوجاؤں تو تم کم از کم نماز پنجگانہ سارا سال پڑھتے رہیں۔ مگر یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ادھر ماہِ رمضان نے الوداع کہا تو ادھر مسلمانوں نے نماز کو بلکہ مسجد کو الوداع کہہ دیا اور سارا سال بھول کر بھی مسجد میں داخل نہیں ہوتے۔

خواہش نفسانیہ سے بچنا...... ماہِ صیام کا پورا مہینہ انسان کو خواہش نفسانیہ سے بچاتا رہا، تاکہ مسلمان اپنی خواہشاتِ نفسانیہ پر غالب ہوجائیں اور آئندہ پورا سال بھی اس پر غالب رہیں اور عباداتِ الٰہی کی بہاروں کے مزے لیتے رہیں۔

اے مسلمانوں! آج جمعۃ الوداع کا دِن ہے، رمضان المبارک کی آخری ساعتیں ہیں۔ خبردار ہوجاؤ! ہوشیار ہوجاؤ! اور دل کے کانوں سے سن لو! نماز دین اسلام کا ایک اہم فریضہ ہے، اہم ترین رُکن ہے۔ اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے: نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہوجاؤ۔ جمعۃ الوداع کی آخری ساعتوں میں اور خانہ خدا میں بیٹھ کر وعدہ کرو کہ نماز جیسی بابرکت عبادت کو کسی حالت میں بھی نہ چھوڑیں گے۔

آہ وہ ذوقِ عبادت اور رُخصت کا سماں

اس ماہِ مبارک کا جمعہ آتا رہا تو اللہ تعالیٰ کریم اپنے خاص کرم سے جمعہ کی ہر ہر گھڑی اور ہر ہر ساعت میں دس دس لاکھ گناہ گاروں کو عذاب دوزخ سے آزاد کرتا رہا اور پھر قربان جائیں اس ماہِ مبارک پر کہ جب اس کا آخری دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کریم اپنے خاص فضل وکرم سے اتنے گناہ گاروں کو بخش دیتا ہے، جتنے اوّل رمضان سے آخر روز تک بخشے تھے۔ اے لوگو! وہ کریم ہے اس نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت کو ایسی پانچ چیزیں عطا فرمائی ہیں کہ ان کے علاوہ کسی دوسری اُمت کو وہ پانچ چیزیں عطا نہیں فرمائیں:۔

۱...... جب پہلی شب رمضان ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی خاص نظر مہربانی اور رحمت سے جس کو دیکھتا ہے پھر اس کو کبھی عذاب نہ کرے گا۔

۲......اور پھر فرشتوں کو اس کیلئے حکم فرماتا ہے کہ اس شخص کیلئے استغفار کرو۔

۳......اس کے منہ کی بو خدا تعالیٰ کریم کے نزدیک خوشبوئے مشک سے زیادہ عزیز ہے۔

٤......اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت کو حکم فرماتا ہے کہ اے جنت میرے فلاں بندے کیلئے آراستہ ہو جا۔

۵......اور معاف فرماتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اس کے تمام گناہوں کو۔

تو اے لوگو! اب اس نورانی اور مقدس ماہ کی رُخصتی کا وقت آگیا، اس پیارے ماہِ مقدس کے غم سے انسان تو انسان، زمین بھی روتی ہے آسمان بھی روتا ہے اور آسمان کے فرشتے بھی روتے ہیں کہ آج اُمتِ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مصیبت ہے۔ جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا جاتا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ کون سی مصیبت ہے کہ جس کی وجہ سے ساری کائنات اسی غم میں رو رہی ہے؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ مصیبت یہ ہے کہ آج رمضانُ المبارک کا نورانی اور وجدانی مہینہ رُخصت ہو رہا ہے۔ کیونکہ اس ماہِ ذیشان میں دعائیں قبول ہوتی تھی، صدقے قبول ہوتے تھے اور نیکیاں ہزار گنا بڑھا کر لکھی جاتی تھیں اور عذاب دوزخ معاف ہوتا تھا۔ بس اے لوگو اس سے بڑھ کر اور کون سی مصیبت ہوگی کہ جس پر زیادہ رویا جائے۔ بس اسی وجہ سے آج آسمان کے فرشتے میری اُمت کی خاطر رو رہے ہیں، زمین پر ہر چیز رو رہی ہے اور افسوس کر رہی ہے کیونکہ اُمتِ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دُور ہو گئیں وہ فضیلتیں اور وہ بخششیں جو ماہِ رمضان میں تھیں۔

اس ماہِ مبارک میں اللہ تعالیٰ کراماً کاتبین کو حکم فرماتا ہے کہ اُمتِ محبوبِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیکیاں لکھیں۔ میرے محبوب کی اُمت کی بدیوں کو ہرگز نہ لکھیں۔ کیونکہ میں نے ان کی بخشش کر دی جو اس ماہِ ذیشان میں میری خاطر بھوکے اور پیاسے رہے' یہ تو میرے محبوب کی امت ہے اگر ایک مجوسی اپنے بیٹے کو رمضان کی بے حرمتی کرتے ہوئے دیکھے اور اس کی مار پٹائی کرے تو اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم سے اس مجوسی کیلئے وقتِ موت ایک آواز گونجتی ہوئی آسمانوں سے آئے کہ اے فرشتو! اس مجوسی سے اب مجوسیوں جیسا سلوک مت کرنا بلکہ اس کی تعظیم اور عزت کرو کہ وہ اسی سبب سے مسلمان ہو چکا ہے۔ جس نے میرے رمضان شریف کی عزت کے واسطے اپنے بیٹے کو مارا۔ تو اے لوگو! اگر مجوسی سببِ تعظیم رمضان شریف رحمتِ الٰہی میں شامل ہو کر داخل جنت ہو سکتا ہے' تو وہ مسلمان آج خوش ہو جائیں کہ اس خالق کائنات نے اہل اسلام کو رمضان کی تعظیم اور روزے رکھنے کے سبب معاف کر دیا۔

اے ماہِ رمضان! تیری نورانی فضاؤں کے صدقے کہ میٹھے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُمت کو فرمایا تھا کہ اگر میری اُمت جانتی کہ اس ماہِ ذیشان کا کتنا اعلیٰ مقام ہے تو ان میں سے ہر کوئی یہ آرزو کرتا کہ کاش پورا سال ہی ماہِ رمضان جیسا ہوتا کیونکہ جس میں نیکیاں ہی جمع ہوتی ہیں اور عبادت مقبول' دعائیں قبول اور گناہ معاف اور جنت مشتاق ہوتی ہے کیونکہ جنت چار شخصوں کی مشتاق ہے (۱) جو شخص تلاوتِ قرآن پاک کرتا ہے (۲) جو شخص ماہِ صیام میں روزے رکھتا ہے (۳) جو شخص بھوکوں کو کھانا کھلاتا ہے (٤) جو اپنی زبان کو لغویات سے روک لیتا ہے۔

بس ہر مومن کو چاہئے تھا کہ ماہِ رمضان کی عزت اور تعظیم کرتا۔ ممنوعاتِ شرعیہ سے بچتا اور نماز' عبادت اور تسبیح اور ذکر الٰہی' تلاوت قرآن مجید کرتا۔ اسی لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اُمتِ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دو نور ایسے عطا فرمائے ہیں کہ جس سے دو اندھیرے دُور ہو سکتے ہیں۔ وہ دو نور یہ ہیں کہ ماہِ رمضان اور قرآن مجید اور ان دونوں کے نور سے دو اندھیرے دُور ہو سکتے ہیں۔ وہ دو اندھیرے کیا ہیں؟ ایک تو قبر کا اندھیرا ہے، اور دوسرا یوم قیامت کا اندھیرا۔

اے لوگو! اس ماہِ مبارک میں ربّ تعالیٰ کی رحمت تو ہمیں ہر رات میں تین مرتبہ یاد کرتی تھی کہ کوئی سائل ہے جو سوال کرے میں اس کے سوال کو پورا کر دوں۔ کوئی توبہ کرنے والا ہے میں اس کی توبہ قبول کر لوں۔

لوگو! وہ غفور و رحیم تو اس ماہِ مبارک میں ہر روز دس لاکھ ایسے لوگوں کو دوزخ سے آزاد کرتا رہا جن پر دوزخ واجب ہو چکا تھا۔

اب تو عشاق کے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی

قلبِ عاشق پر کیا گزری، رمضان کے جانے کا غم۔ آہ! سحری کی رونقیں اور اِفطار کی نورانی بزمیں یاد آنے لگیں کہ ہائے یہ نرالا حسین سماں ہم سے رُخصت ہونے لگا۔ یہ نرالی نرالی فصلِ بہاراں۔ ہمیں غفلت کی نیند سے جگانے والی راتیں۔ آہ! اب ہمیں عصیاں سے کون بچائے گا۔ پر اے ماہِ رمضان تجھے پیارے پیارے اور میٹھے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا واسطہ یومِ حشر ہم کو بھول نہ جانا، روزِ محشر ہمیں دوزخ سے بچانا۔

بس اتنا کرم کرنا اے ماہِ کریمانہ — جب روزِ قیامت ہو تو سامنے آجانا

آہ! آج کے بعد گیارہ ماہ ہم اس نیت سے گزاردیں گے کہ جب پھر تیری آمد کا شور ہوگا، تیرے عشاق تیرا استقبال کریں، یہ نرالا سماں پھر آئے گا، گناہ گاروں کو دلاسہ دینے والی فصلِ بہاراں، عصیاں سے بچانے والی ماہِ رمضان کی رنگین ہوائیں، یہ مساجد کی رونقیں، یہ جمعہ کی نورانی سمیں اور دعاؤں کے نورانی اجتماع، قلبِ مومن میں نماز کا جذبہ، افطار کی نرالی نرالی بزموں کا سجایا جانا، ذوقِ عبادت، سحری کی رونقیں یہ سب کچھ مگر آہ! اے ابرِ رحمت کی فضاؤ! مجھ پر کوہِ غم۔ آہ کہ ہوسکتا ہے میری عمر وفا نہ کرے میری زندگی مجھ سے روٹھ جائے، یہ زندگی مجھ سے وفا نہ کرے! مگر اے ماہِ غفران کی پیاری فضاؤ! تم تو ضرور جلوہ فگن ہوں گی، اپنی آمدِ رحمت کے جذبوں کی بہاروں میں' اس دلکش اور رنگین نظاروں میں' ابرِ رحمت کے نورانی اور روحانی نظاروں میں' ان غم کے ماروں اور باوفاؤں کو ضرور یاد کرنا۔ مگر دوستو! اگر کوئی سوال کرے کہ جن لوگوں نے ماہِ مقدس کے روزے رکھے ہیں ان کا کام رونا نہیں۔ آج رونا تو ان بدقسمت لوگوں کا کام ہے جو صحت وتندرستی کے باوجود اس ماہ الصیام کی لاتعداد برکتوں' رحمتوں اور بخششوں سے محروم رہے۔ تو عرض خدمت ہے! یہ عشق ومحبت کی مہربانیاں اور حسنِ ازلی کی بے نیازیاں ہیں کہ جس نے اپنے بندوں کو شوق دردوتپش عطا فرمایا۔ عشق بے تاب دلائل کا تابع ہرگز نہیں ہوتا۔ ان کی محبت کا معیار اور پیمان دردوفا کا سوز ایک بلبل کی محبت کا سوز اور عشق کا گداز اس مثال سے سمجھ لیجئے کہ بلبل ایک پھول کے قریب ہے مگر رو رہا ہے۔

موسم بہار میں آخر بلبل اُداس کیوں؟

حضرت پیر میاں محمد بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سیف الملوک میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ حافظ محمد شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے دیوان میں لکھتے ہیں کہ ایک بلبل کو میں نے پھولدار پودے پر بیٹھے ہوئے دیکھا کہ وہ بلبل رو رہا تھا۔ اس بلبل کی حالت یہ تھی کہ پھول کی طرف دیکھتا اور پھر دوسری طرف منہ کر کے رونا شروع کر دیتا۔ اس کے رونے کی وجہ سے اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ رہی تھی۔ خواجہ شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں بلبل کے قریب ہوا۔ بلبل سے اس کے رونے کی وجہ دریافت کی کہ بلبل جس چیز کی تجھے طلب تھی وہ آئینۂ جمالِ یار تمہارے سامنے ہے۔ یہ دیکھو رنگ برنگ کے پھول اور ان پھولوں کی تر و تازہ اور دماغ کو معطر کرنے والی خوشبو اور پھر تمہارا رونا آخر کس وجہ سے ہے؟ اگر تو اس لئے رو رہا ہے کہ شاید یہ پھول میرے پاس نہ رہے تو اس پھول کے علاوہ بھی ہزاروں پھول تجھے مل جائیں گے اور اگر تو اس لئے رو رہا ہے کہ پھولوں کی بہار کا موسم جا رہا ہے تو وہ موسم اِن شاءَ اللہ پھر آ جائے گا۔ تو یہ تمہارا رونا آخر کس وجہ سے ہے۔ بلبل نے جواب دیا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک بلبل کو پھول سے محبت اور اس کی چاہت ہوتی ہے مگر میرا جمالِ یار کے پاس بیٹھ کر رونا بھی محبت سے خالی نہیں بلکہ یہ بھی ایک معیارِ محبت ہے اور یہ بھی ایک دلیل محبت ہے۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ خالق موسمیات اپنی حکمت سے موسم تبدیل کرتا ہے اور ہر موسم اُس کی کمالِ حکمت پر دلالت کرتا ہے اور میں ایک خوبصورت اور خوشبودار پھول کو اپنی آغوش میں لیکر اس لئے رو رہا ہوں کہ یہ کتنا اچھا پھول ہے، اس پھول کی خوبصورتی کا جواب نہیں، اس پھول کی خوشبو کا حساب نہیں، آئندہ سال جب موسم بہاراں جلوہ گر ہوں گی تو اپنی بہاروں کی رنگین آغوشوں میں رنگ برنگ کے حسین پھول بھی ساتھ لائیں گے پھر کیا معلوم کہ ہم آئندہ سال اس دنیا میں موجود ہونگے یا نہیں۔ یہ موسم بہاراں تو ہر سال اپنی بہاریں لاتا رہے گا مگر کیا خبر ہماری زندگی ہمارے ساتھ وفا نہ کرے پھر رو کر عرض کرنے لگا ؎

کوئی گل باقی رہے گا نے چمن رہ جائے گا — اک رسول اللہ کا دین حسن رہ جائے گا
ہم صفیر و باغ میں ہے کوئی دن کا چہچہا — بلبلیں اُڑ جائیں گی سونا چمن رہ جائے گا

اس لئے ماہِ بہاراں کے حسین موسم کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے والے اہل ایمان بھی آج رو رہے ہیں کہ یہ موسم بہاراں یہ ماہِ رمضان ہر سال دنیا میں جلوہ فگن ہوتا رہے گا مگر کیا خبر اپنی زندگیاں ہمارے ساتھ وفا نہ کریں۔ اے ماہِ رمضان کی بہارو! ان غم کے ماروں کو ضرور یاد کرنا......

واسطہ تجھ کو میٹھے نبی ﷺ کا — حشر میں ہم کو مت بھول جانا
روزِ محشر ہمیں بخشوانا — الوداع الوداع ماہِ رمضان

اَلوَداع اَلوَداع ماہِ رَمَضان

(بانیٔ دعوتِ اسلامی، حضرت مولانا محمد الیاس عطارؔ قادری)

قلبِ عاشق ہے اب پارہ پارہ — الوداع الوداع ماہِ رمضان
کلفتِ ہجر و فرقت نے مارا — الوداع الوداع ماہِ رمضان

تیرے آنے سے دل خوش ہوا تھا — اور ذوقِ عبادت بڑھا تھا
آہ اب دل پہ ہے غم کا غلبہ — الوداع الوداع ماہِ رمضان

مسجدوں میں بہار آگئی تھی — جوق در جوق آتے نمازی
ہوگیا کم نمازوں کا جذبہ — الوداع الوداع ماہِ رمضان

بزمِ اِفطار سجتی تھی کیسی — خوب سحری کی رونق بھی ہوتی
سب سماں ہوگیا سونا سونا — الوداع الوداع ماہِ رمضان

تیرے دِیوانے اب رو رہے ہیں — مضطرب سب کے سب ہو رہے ہیں
ہائے اب وقتِ رخصت ہے آیا — الوداع الوداع ماہِ رمضان

تیرا غم سب کو تڑپا رہا ہے — آتشِ شوق بھڑکا رہا ہے
پھٹ رہا ہے تیرے غم میں سینہ — الوداع الوداع ماہِ رمضان

یاد رمضان کی تڑپا رہی ہے — آنسوؤں کی جھڑی لگ رہی ہے
کہہ رہا ہے یہ ہر ایک قطرہ — الوداع الوداع ماہِ رمضان

دل کے ٹکڑے ہوئے جا رہے ہیں — تیرے عاشق مرے جا رہے ہیں
رو رو کے کہتا ہے ہر اک بے چارہ — الوداع الوداع ماہِ رمضان

تم پہ لاکھوں سلام ماہِ رمضان — تم پہ لاکھوں سلام ماہِ غفران
جاؤ حافظ خدا اب تمہارا — الوداع الوداع ماہِ رمضان

سالِ آئندہ شاہِ حرم تم کرنا — عطارؔ پر یہ کرم تم
تم مدینے میں رمضان دِکھانا — الوداع الوداع ماہِ رمضان

ماہِ رمضان کی فُرقت نے مارا

(محمد اعظم چشتی)

ماہِ رمضان کی فرقت نے مارا
دل ہوا جاتا ہے پارا پارا

تیری اُلفت تھی ہر اک کے دل میں
تیری عظمت تھی ہر اک کے دل میں

تو نے ہم سے کیا کیوں کنارا
دل ہوا جاتا ہے پارا پارا

تُو نے اُجڑے ہوئے گھر بسائے
تُو نے روتے ہوئے دل ہنسائے

تیرے بن ہوگا کیسے گزارا
دل ہوا جاتا ہے پارا پارا

گھر میں لائیں گے اب کس سے برکت
ہم پہ برسے گی اب کس کی رحمت

پھر بھی دیدار دینا خدارا
دل ہوا جاتا ہے پارا پارا

تیرے شیدائی اب کیا کریں گے
تیری فرقت میں جل جل مریں گے

تیرا جانا ہے کس کو گوارا
دل ہوا جاتا ہے پارا پارا

اعظمِ خستہ رو رو پکارے
پھر بھی آئیں گے یہ دن ہمارے

جاؤ حافظ خدا ہو تمہارا
دل ہوا جاتا ہے پارا پارا